



# OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Class No. *1915 C 123* Accession No. *1572*

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.



خوشتر آن باشد کہ سر دلبران  
گفتہ آید در حدیث دیگران

سوانح عمری مولانا آزاد

مصنف خیالاتِ آزاد کی جدید تصنیف

جس میں

شوخ طبع مصنف نے مولانا آزاد کی اڑتین نئی روشنی کے چلتے پُر زون کے خوب خوب

پُر زے اڑاے ہیں

مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز کی حسن تصحیح سے

صبح صادق پریس میں چھپی

۱۹۱۶ء

عظیم آباد

(کل حقوق محفوظ)

بہارِ احیاء

باز



checked 1978

# اشہار ۱۵۶۲

## کتب زیر ترتیب

CHECKED 1965

- (۱) خیالات آزاد کا دوسرا حصہ، متضمن مضامین مترجم و اخلاقی الگین۔ تفصیل مضامین یہ ہیں:-  
 ۶۔ مری بیار و مری بخور + سفارش (مسلمانوں کا اگلا سہ)  
 پرستار پرستی - بنگالے میں شادی سبب مقدمہ بازی و خانہ بربادی -  
 ولایت کا سفر اور مسلمان طالب علم - ولایت خانے کا مال غنیمت - میلہ جمعہ -  
 ۷۔ اسے ذوق دیکھ دھڑکنے کو نہ لگا (مذمت شرابجواری) - غم  
 پیری میں جوانی کے مرنے یا وگرنے پر (جگہاں میں شادی) - عشرت ہی -  
 آفت ہی - مصیبت ہی - یا قیامت ہی - (بیویوں کی مظلومیت) - سوہ بھار -  
 اور رشوت - بہار کے مسلمانوں میں نکاح ثانی - ہر من حسن است عقائد میں اس است  
 (سیرۃ الاعتقادی) - حکام مرہ اور نام و رہنے کا شوق - ہر کارب دہر مردے  
 فاجرہ عورتوں کی محبت اور اس کے نتائج - کلمۃ میں مسلمانوں کے ہوشیاری کی  
 ضرورت - جیسا دس ویسا بھیس - جان بھی نکال کر عیش ہی - ایک مسلمان انگریزی میں  
 طالب العلم کے زمانہ تحصیل کے حالات و خیالات - بعض میان بھی غضب ہوتے ہیں  
 میرا فن - اعلیٰ خاندانی - مفت و ہمدردی - تو نے کبھی ہو کر کیا پایا  
 لعنۃ اللہ علی داخل النسب و علی خارج النسب - لباس انگریزی کے قواعد -  
 دعوت ہی باعدادت ہی - پان کر کے اعلیٰ الیون سے آفت جان ہی  
 حقہ حاضر ہی - دل لگی - سلام
- (۲) نوانی و رہار - ایک سادہ لوح نواب کے دربار میں وکیل مختار و رہی قسم کے  
 اور دل معاملہ کی دست برد پرانیہ ظرافت -
- (۳) نوانی و رہار - کلمتے کے ہر حلقے کے چلنے پڑون کی خوش فہمیوں کی ایک موثر  
 اور دلکش تصویر - پرانیہ ظرافت -
- یہ تین کتابیں صاحب خیالات آزاد کے قلم آزاد رقم سے ہیں -
- (۴) رباعیات شہباز - مذہب - قدرت - تعلیم - تمدن -
- اخلاق پر تقریباً تین سو نو طرز رباعیان -
- (۵) فسانہ سوزن - ایک انگریزی تعلیمی ناول کا ترجمہ -

checked 19

موشتر آن باشد کہ ستر و لبرن

گفته آید در حدیث دیگران

سوانح عمری مولنا آزاد

مصنف خیالات آزاد کی جدید تصنیف

جس میں  
شع و طبع مصنف مولنا آزاد کی آئینہ نئی روشنی کے چلتے پرزوں کو خوب

پرزے اڑاے ہیں

مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز کی حسن تصحیح سے

صبح صادق پریس میں چھپی

۱۸۹۱ء

عظیم آباد

(کل حقوق محفوظ)

نیر جلد

بہارِ جہان



جہاں افروز صنائع نے جن لوگوں کی جہاں نما آنکھوں کو عقل کی روشنی سے چمکایا ہے وہ دیکھتے ہوں گے کہ نئی روشنی ہندوستان کو کس قسم کا حیرت افزا تماشا دکھا رہی ہے۔ نئی روشنی سے ہماری مراد وہ روشنی ہے جو انگریزی تعلیم اور انگریزی تمدن کی میچک لینٹرن ہم لوگوں کی سنو ساٹھی کو بخشی ہے۔ چالیس برس پیشتر یہ روشنی بہت ہی دھندلی تھی مگر رفتہ رفتہ اس نے وہ تعجب خیز تابانی اور روشنائی پیدا کی ہے کہ اب تو بعض وقت یورپ کے روشن خیالوں کی آنکھیں بھی دیکھ کر خیرگی کرنے لگی ہیں۔

لیکن کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اس روشنی میں نہ تو ہم ان کیل پڑو

دیکھ سکے جو یورپ کی ملکوں - بیلون - اسپین - اور گھریون وغیرہ  
 میں لگے ہیں - نہ اُن مقاصد کا پتا لگاسکے جو اہل یورپ کو تفتیش و  
 تلاش اور تحقیق و مشاہدہ کے کوچوں میں دوڑا رہے پھرتے ہیں - نہ اُن  
 اخلاق قومی و شخصی کی تمیز کر سکے جن سے شاید قوموں کے ہر فرد کو  
 مذہب ملکوں میں وہ رتبہ حاصل ہے جو کسی سڈول اینٹ یا پتھر کو  
 کسی شاہجہانی عمارت میں ہو؟ - مذہب دنیا میں علوم اس شخص سے  
 زیادہ تر پڑھے جاتے ہیں کہ اُن سے جس قدر غلی فائدے حاصل ہوتے  
 ممکن ہوں سب حاصل کیے جائیں - یہاں چون کہ مذہبوں سے ہم لفظی  
 نراغون اور بے معنی کج بحثیوں کے عادی ہو رہے ہیں علوم کا مضر  
 ہم نے یہ سوچا کہ جس طرح بعض کاہل اور نکمے حضرات مرغ اور  
 بٹیر لڑایا کرتے ہیں آؤ ہم مذہب اور سائنس ہی کو بیٹھے لڑایا کریں -  
 حاصل یہ کہ علوم کی مدد سے ہم نے کوئی صنعت تو ایجاد نہیں کی  
 کوئی نیا جدید آلہ تو نہیں نکالا - بلکہ کیا تو یہ کیا کہ غیر محسوس طور پر ایک  
 دہریت کی عمارت کھڑی کر دی - عقائد کا فساد اپنے ساتھ اخلاق کی  
 خرابی لایا - علم کی زیادتی اور مذہب اقوام کی سرایا پالیسی صحبت نے  
 مکر و فریب اور حیلہ و دغا کے نئے نئے رستے تباہ اور ہرید ذاتی  
 اور شرارت اور بدعتی اور خباثت کے لیے ذہانت نے نئے نئے پرشکوہ

مولانا آزاد مصنف خیالات آزاد کے بندہ خاص جن کے سوانح عمری کے یہ چند اوراق زندہ دل پبلک کو شاید مدتوں مخطوط رکھیں گے اس قسم کے خام خیالات عقائد۔ مہذب مکر و فریب۔ اور شرارت در بفل مصطلحات اور الفاظ کا ایک کافی ذخیرہ اپنی تحویل میں رکھتے ہیں۔ نئی روشنی کے جدید تربیت یافتہ حضرات کا آپ ایک فراموشی نمونہ ہیں۔ ان کی تاریخ زندگی واقع میں نئی روشنی کی تاریخ ہے کہ کچھ چالیس برس میں علی العموم اس نے نئے تربیت یافتہ حضرات کے عقائد اور خیالات پر کیا اثر ڈالا۔ ان کے طریقہ کسب معاش میں کیا کیا انقلاب پیدا کیے۔ سوسائٹی کے فرم کو کس طرح بدلا۔ طریقہ زندگی اور اوضاع لباس و پوشاک میں کیا ترمیم کی۔ دیانت اور ایمان داری شرافت اور انسانیت کے مفہیم اور معانی میں کیا کیا باتیں بڑھائیں۔ تہذیب جدید کے تقاضوں سے تازہ تارہ ضرورتوں اور تکلفات زندگی اور ساز و سامان عیش و راحت کے حلقے کو کس قدر وسیع کیا۔ خود غرضی۔ نفس پرستی۔ غرور۔ تن آسانی۔ خود نمائی۔ خود بینی اور اسی قسم کے اور یہودہ اخلاق کے مہذب طور سے برتنے اور ان پر نواز شدہ مہذب الفاظ کی آٹومین

فکر کرنے کے کیا کیا ڈھنگ ایجاد کیے۔ نئی روشنی کی تاریخ اس شرح و بسط کے ساتھ اور اس قدر دل چسپ اور دل آویز پیرایے میں شاید کہیں قلم بند نہیں ہو اور اس لحاظ سے قابل معصفت کے نہ فقط ادیب نکتہ کش احسان مند ہوں گے بلکہ تفتیش دوست مورخ اور کاوش پسند وقائع نگار بھی شکر گزار ہوں گے۔

مصنف کی بے نظیر قوتِ الشاہد ازی۔ اُن کی عمیق قوتِ مشاہدہ۔ اُن کا وسیع اور صحیح تجربہ دنیا۔ اُن کی غامض مردم شنائی اُن کی جلی شل شوخی طبعیت۔ اُن کی ہر روشِ زندگی میں حکیمانہ شرکت۔ اُن کی ہر طبقہ ناس سے، افسانہ اندازِ مباشرت صفحے صفحے سے ظاہر ہوئی۔ سوانحِ عمری کے اوراق کے دیکھنے سے ناظرین بصیرت قرین پر یہ بات صاف روشن ہو جائے گی کہ مولانا آزاد جیسے ہشت پہلو خدِ اہل اور متضاد خیال اور کج باز اولوالعزم اور بے اصول با اصول کے خیالات کی تصویرِ قائم سے اس خوبی کے ساتھ کھینچنا اور مختلف پیشوں اور مشغلوں کے ہیٹھ پر ایک فرضی اور خیالی شخص سے اس لطف کے ساتھ مختلف مشکل پارٹ کامیاب طور پر ایکٹ کرانا اسی شخص کا کام ہے جس نے مکتبِ تجربہ میں ہر دستِ تفتیش سے کتابِ انسانی کی ورق گردانی کی ہو اور انہی

قوتِ مطالعہ کی مدد سے ہر فصل اور ہر باب کے دقیق مطالب کو  
استادِ عقل کے آگے اچھی طرح حل کیا ہو۔ عربی کا یہ شعر گویا مصنف  
کی زبانِ حال سے ہے :-

اذا ما الناس جربہم لیبک فانی قد اكلتهم وذاقا  
اعلیٰ درجے کے رفارمر سے لے کر ادنیٰ درجے کے اسکول کے لونڈے  
تک اور لمبی چوڑی مشیت والے واعظ اور مُلا اور پیر زادے سے  
لے کر پتلی دال کے کھانے والے ٹٹ پونجیے طالب العلم تک ان کے  
تجربے کے وسیع ایوان میں مغلّی بالطبع نظر آتے ہیں۔ داغ نے  
جہان کہیں کہا ہے انھی کی زبان فصاحتِ ترجمان سے کہا ہے۔

جلوے مری نگاہ دید کی تھی تہا کہیں مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں ہیں

سوانح عمری مولانا آزاد حقیقت میں ایک ہزار غرغفہ قصرِ رفیع الشان ہے  
جس کے ہر غرغفے سے ایک نئی خصلت اور نئے خیال کا آدمی آزادانہ  
جھانک رہا ہے۔ کج طینت ماڑواری۔ وسیع الاخلاق کسی۔ سیرج  
الاستحالة اسکولی لونڈے۔ سرگرم اور پرجوش برہموند بہکے کنوڑے۔  
دشمن خیال ماسٹر۔ تربیت یافتہ حکام رس۔ نفس پرست واعظ۔  
دنیا ساز وکیل۔ شکم پرور میونسپل کمشنر۔ بد اصول آئیری مجسٹریٹ۔  
ناعاقبت اندیش سیاد فام حکام۔ استحصال بالجبری اڈیٹر۔ بگڑے

ہوے رفارم - مہذب شرابی - عالی ظرف تازی باز - فنا فی نفس  
 فنا شاہی - تبسم دیت عشوہ خون بہا ... شہید کون صاحب ہین  
 کہ جو یہاں تشریف نہیں رکھتے ؟ - بقول نظامی علیہ الرحمہ قطعہ  
 این خراباتِ مغان درون نداند شاید و شمع و شراب شکر و نائے و سرد  
 ہرچہ در جملہ آفاق درین جا حاضر مومن و ارمنی و گبر و نصاریٰ و یہود  
 رفارم کہ بہ ظاہر عبارت ہی صلح کل - مذہبی آزادی - آزادانہ  
 عالی ظرفی - ترویج ہمدردی عام - اشاعتِ تعلیم - تعلیم نسوان - آزادی  
 پردہ نشینان - توسیع وسائل کسب معاش - اہتمام حصول دنیا -  
 اصلاح طریقہ زندگانی - انتظام صحت عامہ - ریاضت جسمانی و دماغی  
 وغیرہ سے اُس کی شوکتِ ظاہری اور شہرت بے معنی کا بھانڈا مصنف نے  
 کس پر لطفِ علمی طریقے سے پھوڑا ہی کہ بڑے سے بڑے متعصبِ فارم  
 بھی پڑھ کر وجد کرنے لگیں تو عجب نہیں -

ہیڈروٹیک ٹرمینٹ اور گلوٹا نرنگ سسٹم یہ دو لفظ دو نمایا  
 نمونے ہیں مصنف کی اعلیٰ قوتِ ایجاد اور حقیقت یافتہ سلیقہ معنی آفرینی  
 کے - یہ دو لفظ نہیں دو مختصر اور خوش نامہ مذہب منی بیگ ہیں جن میں  
 تجربے کے سکے منہ تک بھرے ہیں - بہت سے الفاظ ہیں کہ کسی طرح  
 دل سے نہیں بھولتے جیسے ڈاکٹر ہینسی کا سرج نکسچر - گوشت کا مقرر تاج



شائیدن کی شایستہ کمز کی وغیرہ وغیرہ۔ بعض پجبتیان بھی یاد رہی  
 رکھنے کے قابل ہیں مثلاً جھلی ہوئی کھوپڑی پر سمندر کی بڑی کوڑی کی۔  
 بعض تشبیہات میں ملن کی سی شوکت۔ واشنگٹن ارونگ کی سی  
 ظرافت۔ ہدائی کی سی تاشی ہر مثلاً کسی شوہر بے دخل کی تشبیہ  
 غیور مرغ سے۔ بعد سے تارے بھی اسی طرح کے نادر اور نایاب  
 ہیں مثلاً تار کا استعارہ۔ وہ صاری گاسے۔ اردو لٹریچر کو ناز  
 کرنا چاہیے کہ اُس میں ایسی عمدہ تصنیف شریک ہوئی جس میں نہ فقط  
 لطف زبان اور چاشنی ظرافت ہی بلکہ نازک نازک مفاہیم کے ادا کرنے  
 کے عجیب عجیب، دل چسپ اور دل کش طریقے ایجاد کیے ہیں۔ ہر ایک  
 معمولی بات کے مذکور میں طریقہ انہما کے وہ وہ جو چلے ہیں کہ ہر فقرے پر

۵

طبیعت پھٹک پھٹک جاتی ہے۔ فلٹریشن یعنی

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی بازار خویش و آتش مایہ می کنی  
 کے نزاکت و رانغوش مفہوم کو پندرہویں حصے میں گڑ اور کھینوں کے  
 پردے میں کس شیرینی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ جن حضرات نے یورپین  
 خاتونوں کے اس خاص دقت طلب علمی ناز و کرشمے کو کیمیاوی تحلیل و ترکیب  
 کے اصول پر اجالا و تفصیلاً دیکھا اور آزمایا ہو گا وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس گڑ  
 میں تجربے کا فوام کس آب و تاب کے ساتھ کھپایا گیا ہے اور ان کھینوں کے

نیش میں کس قسم کا لطیف شہد مذاقِ سلیم کے لیے ودیعیہ ہے۔  
 سوانحِ عمری کے مضامین کو اس خاص طرزِ ادا سے مطلب کے ساتھ  
 عجب متناسب طلسماتی تعلق ہے۔ شاید مولانا آزاد کے سوانحِ عمری کے لیے  
 مطالب کے لحاظ سے اس دل فریب طریقہٴ انشا سے بہتر کوئی طریقہ ہو  
 نہیں سکتا تھا۔ طرزِ عبارت اور حالات میں ایک عجب طرح کا مفہومی لین  
 دین قائم ہے کہ حالات کو طرزِ عبارت چمکار ہی ہے اور طرزِ عبارت کو حالات  
 پھر وہ معاملہ اس اعتدال کے زینے پر ہے کہ نہ تو مطالب عبارت کو گھسیٹ  
 لے گئے ہیں نہ عبارت مطالب کو۔ گویا دو متساوی القوتہ اشخاص ایک  
 دوسرے کو اپنی طرف برابر قوت کے ساتھ کھینچ رہے ہیں۔

خوش سلیقہ ظریف کا کمال یہ ہے کہ ہر چند کیسی ہی ہنسی کی بات کیوں  
 نہ ہو مگر اُس کے بشرے سے یہ نہ پایا جائے کہ وہ کوئی ہنسی کی بات  
 کر رہا ہے۔ بعض ظریفوں کی نقل یہاں تک سُنی گئی ہے کہ گو لوگ اُن کی  
 باتوں سے لوٹے لوٹے فرش ہو جاتے تھے مگر کھلکھلا کر ہنسنے تو دور  
 کی بات ہے کسی نے اُن کو جی کھول کر کبھی مسکراتے بھی نہیں دیکھا۔ مولانا  
 آزاد کے سوانحِ عمری میں اس پہلو پر عجب نستعلیق طور پر نظر رہا ہے۔  
 جہاں جہاں غایت درجے کی ظرافت ہے طرزِ بیان اس قدر متین اور  
 سنجیدہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے قائل کو اُس کے مضحک ہونے کا مطلق احساس

نہیں۔ اس قسم کی مصنوعی منانٹ مضمون کو عجیب معتدل اور مہذب  
 عنوان سے شوخ کرتی ہے کہ عام و خاص ہر مذاق کو خوش گوار معلوم ہوتا ہے۔  
 کامل الفن مصور صحیفہ فطرت کے مکمل نگار نقل نویس نہیں ہوتے  
 بلکہ اُس پر مضمون و سراپا معانی صحیفہ سے لطیف معانی منتخب  
 کر لیتے ہیں اور اُن کو پھر اس جادو اثر طریقے سے انتظام اور ترتیب  
 دیتے ہیں کہ صنعت فطرت پر سبقت لے جاتی ہے اور فطرت صنعت پر  
 ناز کرتی ہے۔ مولانا آزاد کی تصویر ایک کامل الفن معنوی نقاش کی  
 استادی اور کمال کا حیرت انگیز نتیجہ ہے۔ عالم فطرت میں شاید مشکل  
 سے کوئی فرد ایسا نکلے جس میں تمام صفات و کمالات صورتی معنوی  
 مولانا کے جمع ہوں گو فرداً فرداً ہر صفت اور ہر کمال کا وجود عالم  
 خارج میں متحقق ہو۔ استاد فقط ان صفات اور کمالات کے  
 خاص انتظام میں ہے اور اس انتظام کا کمال یہ ہے کہ فطرت کو صنعت کا  
 دھوکا ہوتا ہے اور صنعت کو فطرت کا۔

گو بُری ہی باتیں ہوں مگر جب ایک شخص کو اُن باتوں میں  
 صاحبِ کمال پاتے ہیں تو ہم بالطبع اُس کی دل میں حیرت اور تعجب  
 کی اداسے غفلت کو نہ لگتے ہیں۔ حکیم سوزنی۔ عبید زاکانی۔  
 ملا و پیازہ۔ جعفر زلی۔ اشرف کوکا۔ انشا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے

پتے درجے کے سفر سے ہونے میں کس کو کلام ہی مگر چون کہ مسافر میں کمال رکھتے تھے ہم خواہ مخواہ اُن کے قلاح ہیں۔ گویا درخت ہر قسم کے کمال کا خراج ہی ہے

کسب کمال کن کہ عزیزِ جہانِ شہوی کس بے کمال ہا سچ نیز د عزیزین مولانا آزاد کے حالات کو اوّل سے آخر تک پڑھ کر شاید متعجب سے متعجب آدمی بھی اس خیالی خراج کو روک نہیں سکتا۔ کیا یہ کم تعریف کی بات ہے کہ مصائب ہیں کہ پر ا باندھے چلے آتے ہیں اور جو ان ہمت نہیں ہارتا ع اگر کوہِ جُنبُذ مجنبد ز جاے ۛ

ہر مصیبت پہلے سے زیادہ اولوالعزم بناتی ہے اور ہر آفت ہمت میں نیا جوش پیدا کرتی ہے۔ گویا واقعات کے اکھاڑے میں مصیبت اولوالعزمی برسنے سے سچ کس رہی ہے اور اولوالعزمی ہا س جوش کے ساتھ برابر کٹا کرتی جاتی ہے۔ گو اخیر میں شکست ہوئی مگر جب بھی خم ٹھونکنے کو طیارہ گویا پیٹھ زمین سے لگی ہی نہیں۔ ہر زینہ مصیبت ہمارے دل میں غیر محسوس طور پر ایک خاص قسم کی نیم جوش ہمدردی پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ اخیر مصیبت پر ہم کسی قدر بے اختیارانہ بے قرار ہو جاتے ہیں لیکن یہ قول مشہور :-

نومرسی ٹو اس مٹوس۔

اس مذہبی اور اخلاقی بنیاد کے ڈھانے والے چوہے کے حالِ زار پر ہم زیادہ دیر تک رحم کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ ہمدردی کا بے اختیارانہ جوش فوراً انتقام کے پُرلذت اور تیز و تند سر جوش کے ساتھ مبدل ہو جاتا ہے اور اس سر جوش سے جو سرخوشی ہم کو حاصل ہوتی ہے گویا اُسی کے خوش کیف عالم میں ہم کتاب کو جوش و خروش کے ساتھ تمام کرتے ہیں۔

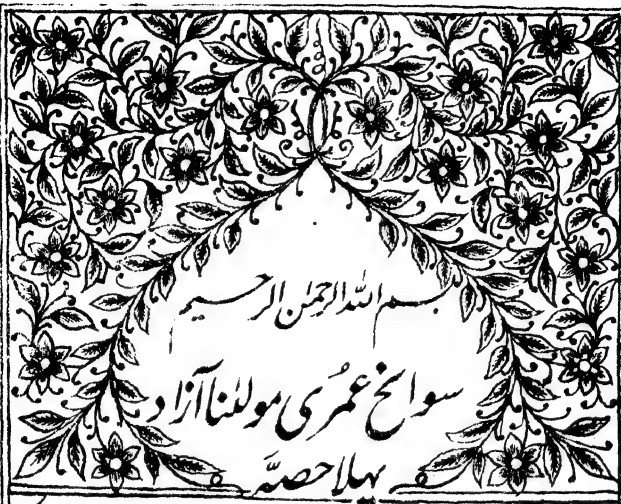
مصنف کی کہنہ مشقی - پچھلی تجربہ - وسعتِ معلومات - اور حاضر نگاری کا اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ جن دنوں سوانح عمری کے مختلف حصے وہ اودھ پنچ کے کالموں کے لیے عنایت کرتے تھے کسی حصے کے لکھنے میں تین روز سے زیادہ وقت نہیں لیا اور کسی روز چار گھنٹے سے زیادہ نہیں لکھا۔ اکثر حصے دو گھنٹے سے زیادہ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ اس سے بعض اہلِ کرا کے اُس خیال کی تکذیب ہوتی ہے کہ مقبول تصنیفین عموماً بڑی کاوش سے لکھی گئی ہیں اور مدتوں کی محنت و مشقت میں طیار ہوئی ہیں۔ ان ریمارکس کے ساتھ میں اس مقدسے کو تمام کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ جس طرح نقشِ اول (خیالاتِ آزاد) بنوں سے لے کر رنگون اور شیلے سے لے کر فرینچ راک تک مقبول

ہوایہ نقش ثانی بھی شہرتِ عام اور مقبولیتِ عالم گیر کا عزتِ فہم  
تمغاِ پبلک کے قابلِ قدر خزانے سے حاصل کرے گا اور مدّتوں  
ستارے کی طرح لٹریچر کی بلندی پر چمکتا رہے گا۔

مقدمہ پرداز  
محمد عبدالغفور شہباز

چوہٹا - باقی پور -  
غزوة ماہ مارچ ۱۹۸۶ء





بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سوانح عمری مولانا آزاد پہلا حصہ

سوانح عمری اگر صداقت - راستی - آزادی - نیک نیتی اور بے غرضی کی روشنائی سے لکھے جائیں تو انکے فوائد ہر ذیہ خیال سے اس قدر کثیر اور پرتاثر ہیں جبکہ صحراناقرب قریب مجال ہے۔ حق یہ ہے کہ انکی مفید اثر افشانی سے کسی قسم کی طبیعت محروم نہیں رہ سکتی۔ یہ کچھ ضرور نہیں کسی بڑے نامی گرامی بالائق فائق شخص ہی کے سوانح عمری دل چسپ مفید ہوں اور گنگنام اور غریب اور بے علم آدمی کے سوانح عمری سے کوئی عمدہ اور اثر نتیجہ نکلے۔ خدا جانے سوانح عمری کے متعلق کتنی کتابیں سارے دفاتر تلخ دنیا میں موجود ہیں اور روزانہ ممالک بیضان اور دیگر تہذیب یافتہ ملکوں میں اس قسم کی نہیں معلوم کتنی تصانیف ہو رہی ہیں۔ بہت سے نامی اور قابل لوگوں نے اپنی زندگی میں اپنے سوانح عمری ایک زمانہ معین تک لکھے ہیں



بسا اوقات بغض دوستوں نے اپنے دوستوں یا اپنے ملک کے کمال  
لوگوں کے سوانح عمری اُنکی زندگی میں تحریر کیے ہیں۔ اکثر نامی لوگوں کے  
مرنے کے بعد اُن کے سوانح عمری قابل لوگوں نے سرکار کی غذا  
اُنکے ذاتی روزنامے یا خانگی نامہ و پیام اور اُنکے دوستوں سے اُنکا  
حال دریافت کر کے قلمبند کیے ہیں۔ یہ تین مروج طریقے سوانح عمری  
لکھنے کے ایسے ہیں جنکے حلقے سے شاید ہی کوئی سوانح عمری کے متعلق  
تصنیف خارج ہو۔ جہاں تک ہمارا محدود تجربہ ہے اُسکے مطابق ہم کو  
یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کی تصانیف اُس فراموشی و شنائی سے بہت  
کم لکھی جاتی ہیں جنکا ذکر سطور بالا میں ہوا۔ بعض کتابوں میں بغض و  
اُس روشنائی بھی لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

زندگی میں یا مرنے کے بعد جو کسی کے سوانح عمری دوسرے قلم سے  
جائیں تو اکثر ایسی کتابیں گہری سُنہری و شنائی سے منقول ہوتی ہیں ایسی  
کتابیں واقعی کسی آزاد مصنف یا مؤلف کی کتابیں نہیں معلوم ہوتیں بلکہ  
یوں کہیے کہ کسی عاشقِ مصور کے قلم سے اُسکے معشوق کی عمدہ تصویریں  
ہیں جنہیں نہایت کوشش اور بڑی محنت سے ہر عیب کو چھپا یا نقصان  
کو محال بتایا اور ہر ادنیٰ سی صفت کو خوب چمکایا گیا ہے۔ اکثر ایسے مصنف  
مصور عاشقانہ بے خودی میں بلا قصد بھی ایسی بے توقیر تصویر کشی کر دیتے

نگار خانے میں بے دھڑک لٹکا دیتے ہیں اور اپنے فعل کے بُرے اثر سے غفل  
 رہتے ہیں۔ خود وہ لوگ بھی جو اپنے سوانح عمری کے متعلق واقعات کی تصویق  
 آپ اپنے قلم سے کھینچتے ہیں حتیٰ الوسع اپنی عیب پوشی میں مشغول ہتے ہیں  
 اور نشہ خود ستائی کے ذلت انگیز اور صحت سوز خمار سے دوسروں کی آنکھ  
 میں مہجور و ملول نظر آتے ہیں۔ دوسرے کے قلم کو واقعی اکثر پست کندہ  
 حالات کے لکھنے میں بہت تامل ہوتا ہی مگر جو شخص کہ خود اپنے سوانح عمری  
 قلمبند کرتا ہوا سکو ہماری رائے میں بہت زیادہ وقت نہیں ہی۔ کسی کے  
 مرنے کے بعد اسکے سوانح عمری کے نیک اور بد دونوں پہلوؤں کو قلم کے  
 منتر سے چیر کر اہل عالم کو دکھانا ایک نہایت بدمرہ اور دل آزار کام ہی اور  
 اسی لیے اکثر بڑے بڑے لوگوں کی خصلت اور واقعات زندگی عموماً اور  
 معاملات خانگی خصوصاً اب تک آزادانہ رائے اور مجوزانہ تفتیش کی نیرانہ  
 چڑھ نہیں سکتے۔

آزادی کا زور۔ حقانیت کا شور۔ ایمانداری کا جوش۔ اور انصاف پسندی کا  
 فروش اگر آدمی کے دل میں ہو تو کبھی اپنے واقعی حالات اور سچے سوانح عمری  
 کے بیان کرنے میں اُسکو کوئی خیال۔ کوئی خوف۔ کوئی جوابدہی۔ کوئی غم  
 اور کوئی حیلہ ہونہیں سکتا اور ضرور وہ اپنے بد ذات۔ خود غرض۔ اور  
 ہست ہمت نفس پر غالب آسکتا ہی۔ ہر سچے واقعہ زندگی کے بیان میں

ایک تازہ لذت اور ہرنا کامیابی اور ناجائز تجربہ کاری کی مصیبت کے اعلان میں  
دوسروں کے لیے ایک جدید منفعت ہے۔ اس اصول آزادی ایماندار کی  
اس قسم کی کوئی کتاب شاید آج تک لکھی نہیں گئی اور اسی وجہ سے ایسی  
کتابوں کی قیمت جتنا اور مجبئی کی کہانی سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے۔ چونکہ  
ان سوانح نگاروں کو اتنی ہمت نہ تھی کہ ہر روش زندگی کے حالات پوست  
کنڈہ صداقت اور آزادی کی روشنائی سے لکھتے اس لیے ان کتابوں سے  
جو فائدہ کہ تصور تھا وہ آج تک حاصل نہیں ہوا اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ ایک  
واقعے کے چھپانے یا رنگ دینے سے دوسرے کسی ایسے واقعے کی جو اس سے  
ملحق یا منسلک ہو قیمت اور قوت گھٹ جاتی ہے کیونکہ واقعات کے چین سے  
ایک حلقے کا غائب کر دینا گویا اس زنجیر کو کمزور بنانا ہے مگر نفسانیت۔  
پست ہمتی۔ اور خود غرضی کہان ایسے حق اور نازک امور کے دیکھنے کی اجازت دیتی ہے  
ہمارے ہموطنوں نے بھی اب اہل یورپ کی دیکھا دیکھی ان میون قسم کے  
سوانح عمری لکھنے شروع کر دیے ہیں اور مختلف زبانوں میں اب ایسی کتابیں  
ہمارے پیش نظر ہیں مگر ان ساری نظیروں سے بھی وہی نفسانیت پرستی  
اور سست ایمانی شکنتی ہے جس سے اس قسم کی اکثر یورپی کتابیں داغدار  
اور ذلت و ناکامیابی درکنار ہیں۔ یہاں ہندوستانی خیالات کے رنگ نے  
اکثر مبالغے کی پالش کا کام دیا ہے اور قلیل ہی عرصے میں اس قسم کے سوانح

کتابوں سے دو دورتی اور ستہ در قتی رسالوں میں سفر کیا ہی۔ کیا وہ لوگ  
 جنگور فارم۔ ہادی قوم۔ اور لسان الملک ہونے کا دعویٰ ہی۔ اور  
 جو قوم کی ہر خیالی بد نصیبی پر بھی آنسوؤں کا دریا بہا دیتے ہیں اور وہ سنا  
 جو ان کے خود غرضانہ یا بے غرضانہ مداح ہیں ان کو اتنی قوت اور ہمت۔  
 اور اتنی حقانیت نہیں ہی کہ سوانح عمری میں اپنی یا ان کی زندگی کے ہر طر  
 برسے اور داغدار اور ذلت بار حالات بھی اس نظر سے دریغ کریں ان سے  
 ان کے اہل وطن نفع اٹھائیں اور عبرت اور تجربہ حاصل کریں اور ان کی ہلک  
 اور پراوٹ خصلت کو انصاف کی ترازو میں صحیح طور سے تول کر ان کی نسبت  
 صحیح رائے قائم کرنے کا موقع پائیں۔ کبھی سچا بیان اور واقعی امر کا اظہار  
 کسی شخص کو ایک مہذب اور تربیت یافتہ اور ایماندار آدمی کی انگلی میں  
 گھٹا نہیں سکتا۔ کیا یہ لوگ جن کے سوانح عمری پر آج ایک ہنگامہ بیجا اور شو  
 دماغ فرسا برپا ہی سب کے سب ولی تھے؟ کیا ان سے سچا انسانانی  
 طبعی خواہشوں کے مطابق کوئی معیوب حرکت وقوع میں نہیں آئی؟  
 کیا نیچر کی چیت سے ان کی چھلی اور چمکتی ہوئی جاندی برابر محفوظ رہی؟ کیا  
 اسے کوئی غلطی کبھی واقع نہیں ہوئی؟ کیا ہر فعل ان کا محمود تھا؟ کیا جوئی  
 کے جنون انگیز زمانے میں یہ برابر ابد رہے کہ ان کا دل کسی دلکش چیز سے  
 بالکل متاثر نہ ہوا؟ کیا ان سب کو مادر زاد ولی کا جامہ پہنا کر فرشتوں نے

دنیا میں مفلح اُتارا تھا۔ اگر یہ نہیں ہی تو کیا وجہ کہ اُنکے سوانح عمری میں کہیں کوئی سوراخ اس قدر فراخ بھی نظر نہیں آتا جس میں اعتراض اور لکتہ چینی کی تہی اُنکلی بھی سما سکے۔

ان عبرت خیز حالات کے مہاسے نے ہیکو اب اسپر مجبور کیا کہ ہم اپنے پہلے سالہ سوانح عمری کا دفتر سر پا اثر اپنے ہم وطنوں کے سامنے اس آزادی اور حقانیت کی روشنائی سے لکھ کر پیش کریں جس سے ایسے واقعات کا لکھا جانا نہایت پُر ضرور ہو۔ ہیکو اس کی پروا نہیں کہ اسکے پڑھنے کے بعد ہمارے ہم وطن ہیکو اس ملک میں رہنے دیں یا نہ دیں۔ ہماری وہ قیم جگہ سوسائٹی میں رہے یا نہ رہے۔ ہم زینۂ اعتبار و عزت سے گرجائیں یا وہاں جے رہیں بلا سے ہم پر اخبار نویسوں اور نامہ نگاروں کا حملہ ہو یا ہماری تلاش میں فارم لوگ تیغ و تفتنگ لیکر نکلیں اور چاروں طرف قلم اور زبان کے تیرہم پر چلیں۔ ہم اسکا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے متعلق کسی بُرے واقعے کو ہرگز نہیں چھپائینگے اور ہر روش زندگی میں اپنی ہر کامیابی کی صحیح وجہ بتائینگے۔ ہمیں چاہیے ہماری یاد و سرون کی آبرو کا دوا الہ نکل جائے اسکا ڈر ہیکو مطلق نہیں۔ مگر المبتہ یہ ضرور بتا اور دکھا دینگے کہ سوانح عمری کس آزادی اور دیانت کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ اُمید ہے کہ اہل وطن ہماری اس شوخی کو معاف فرمایا

کیونکہ گونا گوا ہر شوخی ہی مگر واقعی ہم اپنے چالیس برس کی نہایت پرشقت اور بیش قیمت کمائی برباد کر کے اہل وطن کے کام آئینگے۔

### دوسرا حصہ

ہم ان سوانح کے لکھنے میں حتی الوسع اپنے قدم کو ذاتی معلومات کے حلقے سے باہر نہ نکالیں گے اور سنی سنائی باتوں سے گو وہ کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہوں اپنے واقعات زندگی کے لکھنے کے متعلق زیادہ مدد نہ لینے کیلئے ضرور ہے کہ ہم اس وقت سے اپنے سوانح لکھنا شروع کریں جس زمانے کی باتیں ہم کو صحت کے ساتھ یاد ہیں اور جب کہ ہم اکثر باتیں صحیح طور سے سمجھ اور حس کر سکتے تھے۔ سات آٹھ برس کے سن سے اکثر باتیں ہم کو صحت کے ساتھ یاد ہیں جبکہ بعد سن کے ساتھ ساتھ سمجھنا سمجھنے اور یاد رکھنے کی قوت بھی بڑھتی گئی۔ سات برس کی عمر میں ہم نے اپنے کو بابا کے گھر میں پایا۔ وہ گھر جہاں تک ہم کو یاد ہی باعتبار آرام و آسائش کے بہت خراب نہ تھا اور ہم کو گمانے پینے پھینے اور ٹھننے کی تکلیف زیادہ نہ ہوتی تھی۔ ہمارا مولد و موطن صوبہ بہار کے ایک مرکب القوی ضلع کے گوشے کے ایک شہر میں تھا جہاں اسکول وغیرہ انگریزی سیکھنے کے لیے موجود تھے۔ ہم چونکہ کسی قدر ذہین تھے ہر بات کے دریافت کرنے میں ہماری طبیعت کو ایک طبعی خواہش اور رک

رہا کرتی تھی اس لیے ہر امر اور ہر چیز کو لڑکپن ہی سے ہم بہت غور سے دیکھتے اور خوب یاد رکھتے تھے۔ ۴

شنیدہ کے بودمانند دیدہ

کے خیال سے خاندانی حالات کا بیان کرنا (جو کہ ہمارے نزدیک شیخ جلی کی کہانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے) محض بیکار ہے کیونکہ چند پُرانے کاغذات دو چار بوسیدہ اسناد۔ اور دس بیس بوڑھے اور بدحواس زن و مرد کے بیان سے کوئی شخص عالیشان خانہ اور شریفانہ نہیں بن سکتا علاوہ برین جدید تحقیق اور فنی آزمائش کی کسوٹی پر چڑھ کر بہت کم خاندان کی تاریخ شرافت پوری اتر سکتی ہے۔ ہاں ہم نے جس قدر اپنے والدین کو دیکھا اور جہاں تک اُن کے حالات اندرونی و ذاتی کو اپنے ذہن اور شہادتِ جلی کی پر وب (سلائی) کے ذریعے سے دریافت کیا اُس کے لکھنے میں کوئی عذر نہیں کیونکہ وہ شنیدہ نہیں ہی۔ ہماری والدہ معظمہ صورت و شبابہت کی رو سے ایک مسلمان عورت معلوم ہوتی تھیں اور اُن کے صحیح المزاج ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔ مختلف روشِ زندگی کے تجربوں سے اُن کا دماغ بھرا ہوا تھا اور ہر قوم کے لوگوں کی خصلت کے پہلوؤں سے وہ واقف تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ نہایت زمانہ دیدہ اور سردی و گرمی چشیدہ ہیں۔ ہمارے والدین

صورت - سیرت - اور لب و لہجہ سے ایک خاص قسم کے ہندو نما تھے۔  
 اور اُنکی وضع - اُنکی ترکیب - اور علی الخصوص اُنکی سید پار - صنعت  
 اور پرجہت بگڑی کی بندش نہایت تجب انگیز اور دلکش تھی - اُنکے خلاق  
 و عادات سے یہ شک اکثر ہو جاتا تھا کہ انہیں اور ہماری الدہ میں  
 کوئی ممتاز فرق ہی - اور یہ بھی ہم دیکھتے تھے کہ خور و نوش اور بے ہوش  
 وغیرہ میں وہ پوری آزادی سے ہماری والدہ مکرّمہ کے شریک نہیں  
 ہوتے تھے یوں گو وہ دونوں یک جان دو قالب تھے مگر پھر بھی والد  
 اکثر باتوں میں اُنسے الگ تھلگ رہتے تھے اور یہ بتاؤ ہم کو طلسم  
 اور حیرت خیز معلوم ہوتا تھا اور یہ معما اسوقت کسی طرح سمجھ میں نہ آتا تھا  
 اسقدر بھی ہم نے دریافت کر لیا تھا کہ مختلف زمانے میں دونوں دو قسم  
 کے تجارت پیشہ تھے مگر اُسکی تفصیل کا ذاتی علم نہیں ہی اسلیے ان  
 واقعات کے قلم بند کرنے کی جرأت کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔  
 سات برس کی عمر سے ہم محلّے کے ایک مکتب میں پڑھنے جاتے  
 تھے دو برس کے قریب تک وہاں ہم نے مفت راجہ بابید گفیت کے  
 اصول پر تعلیم پائی - میان جی صاحب نے دماغی فائدے سے زیادہ  
 جسمانی فائدہ مار مار کر ہم کو عطا کیا - ہماری طبیعت کو ویسی بانوں کی  
 طرف زیادہ رغبت نہ تھی اور انگریزی سیکھنے کی خواہش کی آگ نہ تھی



طبیعت کے آتش دان میں روشن تھی۔ دو برس بعد ہم وہاں سے کسی قدر  
 اردو دیکھ کر بھاگے اور چھوٹے ہی ایک اسکول میں بھرتی ہوئے۔ انگریزی  
 سے ہم نے اپنی طبیعت کو نہایت مناسب پایا اور ترقی اور ناموری کے  
 بادۂ شوق نے ہمارے دماغ کے خم میں جوش کھایا۔ چوتھی کلاس تک  
 جاتے جاتے بیسیوں منصوبے اور سیکڑوں پترے آئینہ  
 ترقی کے متعلق ہمارے خیال میں آئے اور ہمارا نہ ہی خیال مذبذہوں  
 میں مشترک ہونے کی وجہ سے ایک مذبذب اور غیر مسلسل حالت میں تھا۔  
 وہ بیکار ان خیالات کا ڈھیلا دل دیکھ کر منتشر ہو کر چھٹ گیا۔ آزادانہ  
 خیالات کے اظہار کی غیر محسوس انگلی اکثر ہمارے دل کو گدگداتی تھی  
 مگر ہم اپنی تعلیم کو اس وقت ایسے کاموں کے لیے کافی نہ سمجھ کر دل کو تھما  
 تھام رکھتے تھے۔ بارہ برس کی عمر میں ہمکو ہماری عقل سلیم اور ذہن ساس  
 بتا دیا کہ ہم کون ہیں اور ہمکو دنیا میں کیونکر دوسروں کو لات مار کر زینہ  
 کامیابی پر چڑھنا چاہیے اور اسکے لیے کیسے سامان اور کس قسم کے تہذیب  
 اور فرامشی ایمان کی اشد ضرورت ہے۔ اسی زمانے میں تازہ تازہ ایک  
 جدید موجدانہ ہندی مذہب کا گرجا ہمارے شہر میں قائم ہوا تھا اور اکثر بنگالی  
 ماسٹر اور بہت سے اسکول کے لڑکے (بنگالی و بہاری) اس مذہب کے  
 تازہ اصول کے جاننے کے بمصداق کل جدید لہند نہایت مشتاق تھے

چنانچہ اس مذہب کا وعظ بھی سُنتے جاتے تھے۔ اس مذہب کی آزادی اور آرام کی تیز بوجوہ ہماری ناک میں آئی یکایک ہمارا دماغ اُس سے مغط ہو گیا اور ہمارے سناتے نے اُسکو سطح چوس لیا جیسے شیر خوار بچہ شیر مادر چوستا ہی۔ علاوہ آزادانہ اصول کے ہم نے ایک فائدہ مبین یہ بھی دیکھا کہ اگر ہم اپنا سیلان اس مذہب کی طرف ظاہر کریں تو مسلمان اسکول کے نوٹروں میں ہم کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہوگی اور اس مذہب کے لوگ ہماری بہت کچھ عظمت اور آوج بگت کریں گے۔ اور بھی بعض مسلمان لڑکے اس طرف مائل تھے مگر انکی گردن آزادی اُنکے خاندانی خیال کی زنجیر میں اسطرح جکڑی ہوئی تھی کہ وہ مڑ کر ادھر دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ یہ اور بھی ہماری خصوصیت کے سر کو بلند کر کے دکھاتا تھا۔ اسکول میں اور اسکول کے باہر ہر جگہ ہماری بہت کچھ آوج بگت موجود تھی بادیں میں ہونے لگی۔ گھر کا حال اُسوقت سراسر مُرِ پلال تھا اور اُسکی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے نئے ہم مذہب بھائیوں سے ہلکو کھانے پینے اور پڑھنے لکھنے میں ہر طرح کی مدد ملتی تھی اور ہر کو ہم بہت غنیمت جانتے تھے۔ ہم اپنے کو نہایت درجے میں مُحتاط۔ شقی۔ اور صاحب اخلاق موجد ظاہر کرتے تھے اور شراب کباب اور فاجرہ و فاحشہ عورتوں کا ذکر سکر مصنوعی طور پر کانپنے اور منہ سے کف

جاری کرنے لگتے تھے اور نہایت سخت الفاظ سے عیاشوں اور عموماً مسلمانوں کو  
اپنی قلت کے خاص لوگوں میں یاد کرتے تھے۔ گھر اور محلے میں ہم احوالات  
کا آزادی سے ظاہر کرنا مناسب نہیں جانتے تھے اس لیے وہاں ان کے مخفی  
رکھنے کی قدرت قدرتی طور پر حاصل ہوئی۔

گیارہ برس کی عمر میں ہیکو جسم کی عمدہ تربیت و پرورش اور دماغی اور جسمانی  
کسندی کے رفع کرنے کی فکر نے نیچر کی اُس غیر معمولی لمبی اور بارش  
دودھاری گامے کی طرف متوجہ کیا جس کا شجر بے تکلف عوج بن غنم کے  
خاندان سے مل جاتا اور جس کے لاشم دار تھن سے ایک صوبے کا صوبہ کم خرچ  
بالانشین اصول کی شیرھی پر چڑھ کر پرف پرف اور پر قوت شیر پیتا ہے  
ہم بھی اُس کو شیر مادر سمجھ کر بے دھڑک پینے اور بہت کچھ آرام اور لذت  
پانے لگے۔ اسکے پینے سے ایک عجیب مزہ دار فرحت مزاج میں  
اور ایک پر لذت حرارت دماغ میں آ جاتی تھی جس کی مجموعی تاثیر سے نہ فقط  
بات میں مزہ آتا تھا بلکہ ہمت میں بلا کا عروج ہوتا تھا اور خیالات کی  
قلا بازیوں سے دل خواہ مخواہ عورتوں کی صحبت سراپا عشرت کی طرف  
متوجہ ہوتا تھا۔ اکثر شب کو ایسے اوقات میں جبکہ ہمارے دماغ میں  
روشنی رہتی تھی اور ہم اپنی برید مذہبی آگ کی برسی تا پا کرتے تھے ہم کو اُس  
پاس کی مالزادیوں کی حالت سراپا رقت پر غایت درجہ کی حسرت

ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ اس خیال ہمدردی نے اس قدر زور پکڑا کہ راتوں کو  
 انکی ہمدردی اور ہدایت کے خیال سے ہم انکے مکانون میں موقع تاکہ  
 عالم سرخوشی دماغ میں آنے جانے لگے۔ وہاں پہنچ کر ایک نئی طلسماتی  
 دنیا ہم نے دیکھی۔ بار بار یہ خیال ہوتا تھا کہ گویا ایک دوسری دنیا میں  
 ہم نے سرے سے جنم لیا ہی۔ گو ہم گھر سے ہمیشہ انکے دغظ و نصیحت  
 کے آلات سے اپنے دل کو مسلح کر کے لے جاتے تھے مگر وہاں جبکہ بعد  
 اپنی طبیعت کو ایسا مغلوب اور کمزور پاتے تھے اور انکی پرسحر باتوں  
 میں ایسے محو ہو جاتے تھے کہ ہمارے خیالات کے جوہر کبھی کھلنے نہ پاتے  
 تھے۔ انہیں بعض جو ذرا طبیعت دار شوخ اور دلبر با تھیں ان سے  
 بلا خواہش کوشش و داد و دہش ایک ایسی پاک محبت کا سلسلہ قائم  
 ہو گیا جس کا بالکل توڑ ڈالنا مشکل معلوم ہوتا تھا اور اسکے توڑنے میں  
 ہم اس نظر سے بہت زیادہ زور بھی نہیں لگاتے تھے کہ شاید کبھی آخر  
 چل کر ہم کو انکی اصلاح حال میں کامیابی ہو۔ بعض رات فصل کی شدت  
 اور فشار احتیاط سے رات بھر وہاں رہنا بھی پڑتا تھا مگر دل ابھی  
 گھڑی کے کانٹے کی طرح کھٹکتا رہتا تھا گو سونے کا آرام وہاں بخدا  
 اپنے گھر سے ہمیں زیادہ حاصل تھا۔ بعض کے خیالات کو اگر اور امور  
 کی طرف نہیں تو تعلیم کی طرف ہم نے مشکل سے پھیرا تھا چنانچہ دو چار

ہم سے اوقاتِ خاص میں ساتھ پورے اخلاص کے جان صاحب کی  
 شبِ رفاف - جعفر زلمی کے لطائف - نظیر کا ازار بند - رنگین کی بختی  
 صاحبقران کا ریختہ - چرکین کی آخ تھو - سودا کی ہجویات - نوابزاد  
 کے معائنے - مومن خان کے دلوے - میر حسن کی سحر البیان اور  
 اسی قسم کے اور اردو رسالے مارل کلچر پر پڑھتی تھیں اور اسکو  
 ہم بہت غنیمت جانتے تھے اور اسکا کافی صلہ اپنے دل اور ایمان سے  
 پاتے تھے - وہاں مختلف ملک مذہب اور مسافروں کی مختلف طرحی  
 قوت - سیرت - اور طبیعت کا تجربہ ہمو ہوتا تھا اور اس سے ہماری  
 معلومات اور واقفیت میں ایک ایسی غیر محسوس فراخی آتی جاتی  
 تھی جسکا عمدہ تجربہ ابھی لوگوں کو حاصل ہی جنگلی بدولت یہ بات  
 ہمو بلادر دسر نصیب ہوئی - لوگوں کی متعصبانہ اور پرکاووش  
 بدظنی کے خیال سے ان تعلقات کو مخفی رکھنا پڑتا تھا چنانچہ سوا  
 بعض خاص ہم خیال نوجوانوں کے اس راز کا دروازہ ہم نے مصلحت کسی پر باز  
 نہیں کیا - محل میں ایک نیکیخت نہتی تھی جسکا باپ گوشت کا ایک معزز  
 مہاجر تھا - چندے اس سے معصومانہ طور پر آنکھ لڑتی رہی مگر ایک دن  
 اس نے اپنی محبت انگیز نظر کا بھالا اس زور سے رکھ کر چھو دیا کہ ہم میں  
 مطلق ضبط کی قوت باقی نہ رہی - دینی جوش سے ہمارا خیال اسکو ہار گیا

رستہ دکھانے۔ پاک محبت انسانی کا مزہ چکھانے۔ اور اپنے جدید مذہب کے عمدہ اصول کے چٹخارے سے آشنا کرنے کی طرف متوجہ ہوا چنانچہ ہم نیک نفسی اور درویشانہ عاشقی کے رنگ میں خفیہ طور پر اُسے دل کھول کر ملنے جلنے لگے۔ اسکی نسبت محلے کے بدنیت اور گندہ خیال مسلمانوں نے طرح طرح کے مضامین اُٹرائے اور اُسکے شوہر کے خوب خوب کان بھرے مگر چونکہ ہماری خصلت کی مارل قوت کا اثر اُسکے شوہر بلکہ تمام خاندان پر چھایا ہوا تھا اسلیئے ان لوگوں نے اُسے عقیقہ کو ہامی تصدیق اور پراثر تربیت کی نعمت سے محروم رکھنا فقط افواہ غلط پرنا سبب نہیں خیال کیا غرض وہ مزہ دار سلسلہ جاری رہا۔

چودھویں برس انٹرنس کے قریب قریب کی کلاس میں آئے۔ اُسوقت ہماری موجودیت اس طرح پرچلی ہوئی تھی کہ ہماری نسبت مشنری بننے کی پیشین گوئی ہونے لگی اور یہ خیال کیا جانے لگا کہ دینی جوش کی گرمی سے ہم اب زینہ تعلیم پر چلنے کے قابل نہیں رہے۔ ہم بھی اس خیال کی تائید کے آثار اپنے اطوار اور اقوال سے دکھاتے تھے کیونکہ اُسوقت تمام قسم کی لذتوں کے حاصل کرنے کے خیال سے ہمارا دل اس طرح معمور تھا کہ ہم کو خود آئندہ تحصیل علم کی طرف دلی رغبت نہ تھی اور ہم کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ زیادہ علم کی

ضرورت نہیں ہے۔ ہم جانتے تھے کہ دنیا میں سب کام پالیسی بنتے  
 اور فطرت سے نہایت آسانی کے ساتھ نکل سکتا ہی بشرطیکہ آدمی  
 میں طبعی مادہ ہو۔ اس مادے کی کوئی کمی ہم میں نہ تھی اور ہم اس بات  
 سے بخوبی واقف تھے۔ اسوقت ہمارا خیال فقط اس طرف رجوع تھا  
 کہ ہم اپنے نفس کی ان مزہ دار خواہشوں کو حاصل کریں جنکو ہمارا  
 لطفے کے ساتھ نیچر نے ہماری ما کے پیٹ کی کھل میں جل کیا ہے۔  
 اور جبکہ اثرات آٹھ برس کی عمر سے ہمارے دل پر ہوتا رہا ہے۔  
 جو کچھ اسوقت تک ہم نے دیکھا وہ اس بات کے بتانے کے لیے  
 کافی تھا کہ موجودہ زمانے کے اصول تمدن اور قواعد ناموری کے  
 مطابق کوئی نیک نیت۔ ایماندار۔ اور سچا آدمی بڑا شخص نہیں  
 بن سکتا اور دنیا میں اسکو معصوم رہ کر ہر طرح کا عیش و آرام کبھی نصیب  
 نہیں ہو سکتا۔ ان خیالوں کو ہم نے اپنے دل میں حفاظت سے رکھا  
 انشر قس پاس کرنا تھا کہ ہم نے موجد پادری بننے کا غل کر دیا اور جلسوں  
 میں جوش و خروش سے کہہ دیا کہ ہم کو دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔  
 ہم دین کی راہ میں جان دینگے۔ یہ کہہ کر ہم نے اپنے سر سے ٹوپی اتار  
 ڈالی۔ پاجامہ بھی پھینک دیا۔ اور ایک گیر واکٹر اسر سے پیر تک  
 لپیٹ لیا۔ اس نئے روپ کا اثر عجب حیرت انگیز ہوا۔ ہم نے فوراً

ترک حیوانات بھی کر دیا۔ پھر تو ہندی موحدون میں خوب ہی ضرر  
 ہوئی اور عمدہ سے عمدہ دودھ میٹھائی اور پھل بھلائی کی چکھوتیاں  
 اڑنے لگیں۔ ہر شرقی ہندو ہماری طرف ایک غفلت اور محبت کی  
 اداسے دیکھتا تھا۔ ہم چاہتے تو اس زمانے میں دتل چندرہ روپڑ  
 عمدہ بھی ہمیں بل سکتا تھا مگر انکار سے ہمارے توکل پر لوگوں کو اور  
 یقین ہو گیا۔ کھانے پینے مزہ اڑانے کا سامان خوب تھا۔ اب  
 مشن کے پھیلانے کی نیک نیت سے اپنے شہر سے نکلے اور ایک  
 دوسرے بڑے شہر میں جا کر کوچہ و بازار میں وعظ کرتے پھرے ایک  
 عرصہ اس طرح پر گزرا۔ ہماری مالی تائید موحد بھائیوں کی طرف سے  
 ہوتی تھی اور یہ لوگ اپنی نہربانی سے کھلاتے پلاتے بھی تھے۔  
 اس شہر میں ہم نے لوگوں سے بیان کیا کہ ہمارے والدین سید تھے  
 جسکی دلیل میں ہم نے سند انٹرنس پیش کی کیونکہ ہماری چالاکی نے  
 ممتحنوں کو اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ سید کا آبرو بخش دم چھلا  
 ہمارے نام کے گنگوے سے باندھیں۔ لوگوں کو ہماری اس چالاکی کی  
 مطلق خبر نہ تھی صبح شام وعظ کرتے لیکن ایک بڑی آفت یہ تھی کہ  
 خام خیال مسلمان اور ہندوؤں کی وجہ سے گالی گلوچ کے لین دین  
 میں اکثر برابر کا معاملہ کرنا پڑتا۔ ایک آدم مرتبہ کچھ مغلوب الغضب



مسلمانوں نے ہمہر نہایت بیجا طور پر دست درازی بھی کی جسکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ کھانے پینے مزہ کرنے کو مفت کے روپ پر افراط ملتے تھے جسے نفس کے پالنے میں بہ عنایت ایزدی خاطر خواہ مدد ملی۔ برس چھ مہینے میں خود بخود آمدنی گھٹی اور ذلت و رسوائی بڑھی۔ نفسانی خواہشوں نے سر اُبھارا اور شیطان نے ایک کوٹرا زور سے چوشر پھٹکارا۔ ناچار روش زندگی اور پالیسی بدلنی پڑی ۛ

### تیسرا حصہ

روش زندگی کے بدلنے کی ضرورت نے ہکوا اُس شہر کے چھوٹنے پر مجبور کیا جہاں ہماری قلعی و اعظم کے پیرایے میں خوب کھل چکی تھی کنگم وہاں کسی دوسری پالیسی سے ہکنار ہونے میں نہایت ذلت کا خوف تھا۔ اُس شہر سے دوچار منزل پر ہمارے صوبہ کا دار الحکومت واقع تھا پس اُسی طرف ہمارا خیال رجوع ہوا۔ اور دل پر ٹھن گئی کہ وہیں جا کر نئی کھل بدلیں۔ اور تازہ تازہ شکار اپنے دائم منفعت میں پھنسانیں۔ اس بڑے شہر کے مسلمانوں کے اُس وقت کے حالات و خیالات سے ہمیں پوری واقفیت حاصل تھی اور اُنکی حالت کا انقلاب ہمارے خیال کو زور سے کامیابی کی اُمید کی زنجیر میں باندھ کر اُدھر کھینچتا تھا۔ قصہ مختصر ہم نے اپنی ہدایتی شکار گاہ کو خیر باد کہی اور دم سے اُس قدیم شہر میں جا پہنچے۔

وہ کون سا زمانہ تھا جب کہ ہم نے اپنے قدم فیض لزوم سے اس  
 شہر کو سرفراز کیا اسکا بیان کرنا ضرور معلوم ہوتا ہی تاکہ ناظرین کو معلوم  
 ہو کہ ہمارا نشانہ کہاں تک صحیح تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قابل یا بکار آند  
 انگریزی دان اس شہر میں حکم غفار کھتے تھے اور شاید کلیم دو چار دہریں  
 طلبہ کالج کے پہلے یا دوسرے درجے میں پڑھتے تھے۔ جب تازہ تازہ  
 اخلاقی ریویو اور مغربی گزٹ کے پرچے بہار کی ہوا میں اُڑا کر مہذب  
 اور شایستہ چلیوں کے طور پر آسمانِ خیالاتِ جدیدہ پر ادھر ادھر  
 منڈلا رہے تھے۔ جب شوقِ جامِ تہذیب میں سرِ رح الاستحالیہ خیالات  
 و اصول کی لال اُن مسلمانوں کے منہ سے جو انگریزی نہیں جانتے  
 تھے اُس بے تکلفی سے ٹپکتی تھی جیسے معصوم بچوں کے پیشاب کی  
 دھار ایک خوش آئند کمزوری سے اُڑتی ہو۔ جب ازار بند بارگاہِ کرہ چکا  
 تھا اور بوتام کے آرام اور شائیدین کی شایستہ کھڑکی کو طبیعت  
 ڈھونڈھنے لگی تھی۔ جب لال ٹرکی ٹوپی تازہ تازہ چند خیرہ سرجن پر  
 کھیل رہی تھی۔ جب دبی زبان سے لائڈمپی اور الحاد کے بیان میں  
 ایک خصوصیت اور عرت سمجھی جاتی تھی۔ جب گردن مڑوڑی مرغی کے  
 گوشت کی دکان قائم کرنے کی تحریک بعض حضرات خفیہ طور سے اپنے  
 دل کی میونسپل کمیٹی میں کر رہے تھے۔ جب پُرانا۔ بدقطع۔ بدقش۔

اور ذلت انگیز کوٹ پتلون آنکھوں میں خلعت پیش کیا اور طہوس  
 دیا نظر آنے لگا تھا۔ جب اخبار و رسالہ مذکور بعض حلقوں میں  
 کتب آسمانی سمجھے اور مانے جاتے تھے۔ جب دن پانچ اندھواں  
 مصنوعی اور جعلی تہذیب کی طرہی لائٹھی پکڑ کر نئی شائستگی کے  
 تیرہ و تار اور آفت در کنار کوچے میں قدم رکھا تھا۔ جب ایک نیم  
 دنیا کے باشندے بڑی بے سرو سامانی سے نئی دنیا میں جدت  
 پسندی اور آزادی کے جالی بوٹ پر سفر کر رہے تھے۔ جب نسیم  
 سحری ہر روز آنر۔ ہمدردی قومی آزادی۔ اور پالیسی کی بوسے  
 معطر ہو کر آتی تھی۔ جب رسم پردہ کے نازک پردے کی پردہ دری  
 کی طرف در پردہ بعض نا تجربہ کار مسلمان ہاتھ بٹھا رہے تھے۔  
 جب انگریزی ہر شے اور ہر چیز اور ہر وضع آنکھوں میں اس طرح شوخ  
 معلوم ہونے لگی تھی جیسے بے اصول اور جیون سیرت زانی مردوں  
 کی آنکھوں میں ایک خاص وقت تک ہر عورت دل ربا اور ماہ سیا  
 نظر آتی ہے۔ جب حکام انگریزی سے برابری اور ہم پسری کے لیے  
 ملنے کی بحث ہر ایسے گندہ۔ غلیظ۔ اور غیر تہذیب مکان اور مقام میں  
 ہر دھڑک پیش ہو کر تھی جہاں انگریزی ایسے خیالات کو اپنے حفظان  
 صحت کے پسندیدہ اور عاقلانہ خیالات سے جانے میں بہت کچھ

عذر ہوتا تھا۔ جب چھری اور کاٹنا اسطرح پر کھڑا جاتا تھا جسطرح کوئی بے تمیز  
 اور بیرحم ملا کسی مرغی کی گردن ذبح کرنے کے قبل اپنے پنجے میں دباتا ہوتا  
 جب انگریزی کھانوں میں صرف مٹن۔ چاپ۔ اور کٹلس کا نام غلط  
 تلفظ کرنے اور آلو کو دانی مانا کے ذریعے سے جوڑ لو انیکاجوش بعض دلوں میں پیدا  
 ہو چکا تھا۔ جب علم الملکوت شفیق اور دردمند استاد کی طرح اپنا دست  
 سرا پافت ہزار شفقت سے میسیون مولویوں اور سن رسیدہ لوگوں  
 کے خیالات کے پٹھے پر پھیر رہے تھے۔ جب بیر وغیرہ کی حلت کے  
 ثبوت میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے قول سے غلط استدلال کو اپنے  
 بعض حضرات اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ جب اخبار پڑھنے اور دیکھنا  
 سطر صبح اُردو لکھنے کی صلاحیت لوگوں میں کم تھی۔ جب کسی معمولی  
 انگریزی دان کی تائید اور صلاح کی اُن لوگوں کو بڑی ضرورت تھی  
 جو اپنے باپ دادا کی بود و باش کے قدیم جزیرے سے نئی دنیا میں  
 سفر کر رہے تھے۔

ایسے سراپا ہجرت وقت میں جب ہماری ضرورت اس شہر میں  
 بہت کچھ تھی اور ہمارے استعمال پذیر ہونے کے لیے سیکڑوں مواقع  
 زمانے نے پیش کر رکھے تھے۔ ہم شام کی ریل میں منگل کے روز سات  
 بجے مختصر سباب لیکر وارد ہوئے اور ایک دوست کے ساتھ جبکہ

نام ہم بعض احباب کی چٹھی لائے تھے جا کر ٹھہرے۔ چندے پہنچنے اپنے  
 خیالات اور حکمت عملی کے اخفا میں کوشش کی کیونکہ لوکل حالات  
 اور معلومات کا ذخیرہ جمع کرنا اور کسی روشِ زندگی میں ایک استقلال  
 اور مضبوطی کے ساتھ جتنا ضرور تھا۔ ادھر ادھر اچھے اور واقف کار  
 حلقوں میں چلنے پھرنے سے دو تین ہفتے میں یہ بات معلوم ہو گئی  
 کہ جو راسے ہم نے اس شہر کی حالت کی نسبت سُن کر قائم کی تھی وہ بالکل  
 صحیح تھی۔ عموماً یہاں کے مسلمانوں کی جماعت اور خصوصاً نئی روشنی  
 والوں میں کوئی اتنی انگریزی بھی نہ جانتا تھا کہ ہماری استعداد کا صحیح اندازہ  
 کر سکتا۔ اسکے دریافت ہونے سے ہم کو فی الحال تسکین ہوئی اور اب ہم  
 بیفکری کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہوئے اسی اثنا میں بعض روسا  
 کی سفارش سے ہم کو ایک اسکول میں ماسٹری مل گئی جسکی وجہ کھانے  
 پینے اور دیگر اخراجاتِ ضروری کی طرف سے ہم کو فرصت حاصل  
 ہوئی۔ ہم نے ایک مختصر سا کرائے کا مکان اپنی قدرت کے پیمانے  
 سے ناپ کر لیا۔ یہ مکان مسلمانوں کے محلوں کی ناف میں واقع تھا  
 پس گویا ہم نے اپنی شکار گاہ کے اندر اپنا آشیانہ قائم کیا۔ اس شہر میں  
 ہم کو تبدیلِ وضع کی بھی ضرورت نظر آئی چنانچہ ہم نے ایک بابوشن  
 اچکن۔ ایک رومی ٹوپی۔ ایک پتلون بنایا جائے کا جھٹ پٹ

بند و بست کر لیا اور سوا اپنے خاص کمرے کے ہر وقت اسی لباک  
 میں رہنے لگے۔ وہ ایک خُص پوش چھوٹا سا مکان تھا جس میں  
 ایک کمرہ۔ ایک برآمدہ اور حوائج ضروری کے لیے بعض اُوٹو مختصر  
 مکان تھے۔ اس مکان کو ہم ہمیشہ بنگلہ کہا کرتے تھے اور چاہتے تھے  
 کہ رفتہ رفتہ یہ اسی نام سے مشہور ہو جاے۔ اُس ایک کمرے کو  
 ہم نے ٹی اور پردے کے ذریعے سے تین حصوں میں تقسیم کیا اور گویا اپنے  
 خیال کے صحن میں نئی حکمت سے تین کمرے بنائے۔ ایک کا نام  
 غسل خانہ ایک کا بڈروم (خواب گاہ) اور ایک کا اسٹڈی اور ملاقاتی  
 کمرہ تھا۔ کل جمع ایک نوکر تھا اور وہی کل کام کیا کرتا تھا۔ مگر خُص تعلیم  
 سے وہ ہر خاص قسم کے نوکر کے نام پر بڑی آمادگی اور آسانی سے جواب  
 دیتا تھا۔ ہر کمرے کا نام اور ہمارا دل کی سوقت کیا چاہتا تھا۔ یہ سب  
 وہ خوب جانتا تھا اور رفتہ رفتہ وہ ہماری جھوٹی شوکت کی نمائش  
 کی خواہشوں کا اداس شناس بن گیا تھا جو کوئی ملاقات کو آتا تھا اسکے  
 سامنے ان کمروں کا نام بلا ضرورت بھی لیلی جاتا تھا و لایت کے ہر قسم  
 کے ردی اخبارات نامی کا ایک بڑا بستہ کمرے میں رکھا رہتا تھا اور  
 مغربی گزٹ اور اخلاقی رویو اور دیگر اخبارات کے بھی پڑانے پر پے  
 جو ادھر اُدھر سے مانگ جانے کر لے آتے تھے تمام انتظام سے سجانے

ہوتے میز پر دم رہتے تھے۔ پُرانی دھرائی بے مصرف کتابوں  
 ایک تودہ کمرے میں لگا رہتا تھا۔ ڈیوڑھی برابر اندر سے بندھا کرتی  
 تھی تاکہ نوکر کو کسی ملاقاتی کے آنے پر جا کر دروازہ کھولنے کی ضرورت ہو  
 اور اُسکی پذیرفٹکاری کے لیے اپنے خاص طور پر طیارسی کا موقع ملے۔  
 اُس خدمتگار کو یہ عام ہدایت تھی کہ جب کوئی آئے یا اور کہیں باہر  
 اور پوچھے کہ ہم کیا کرتے ہیں تو کہہ دے کہ اپنے کمرے میں کتاب بینی  
 اور اخبار خوانی میں مصروف ہیں۔ یہ بھی ہدایت تھی کہ جب گھر سے  
 غیر حاضر رہیں اور کوئی آئے اور ہمارا حال پوچھے کہ کہاں ہیں تو بلا قید  
 اسکے کہ ہم کہاں ہیں صاف کہہ دے کہ کلکٹر صاحب یا جنٹ صاحب  
 کے ہاں گئے ہیں اور کبھی یہ حاشیہ بھی لگا دے کہ چمر اسی بلانے کو آیا  
 تھا۔ ان چمر اسیوں کو بہت سے وجوہ سے ہم نے لگا بھی رکھا تھا اور  
 صاحب کلکٹر مہادر کے پیارے اور منہ چڑھے خاندان میں جواہر خان  
 سے ہم سے بوجہ ہموطن ہونے کے ایک خاص ملاقات تھی ہم گھر میں  
 اگرچہ کھانا کھاتے یا پاخانے میں بیٹھے ہوں مگر خدمتگار یہی کہتا تھا کہ کتاب  
 یا اخبار دیکھ رہے ہیں۔ جب کسی نے دستک دی یا کسی ملاقاتی نے  
 باہر سے پکارا فوراً آلاتِ تہذیب و رعب افشانی سے مسلح ہو گئے۔  
 دو چار اخبار سامنے رکھ لیے اور ایک آدھ پُرانا پرچہ غور سے اٹھا لی آدھ

سے دیکھنے لگے۔ جو کوئی ملاقات کو آیا سب سے پہلے اسکے آگے اپنی  
کم فرصتی کا دفتر کھول کر رکھ دیا پھر ملاقاتیوں کے ہجوم کی شکایت کی  
اور حکام کے دق کرنے اور رُوسا کے سر پر سوار رہنے کا گلہ کیا۔  
بعد ازاں مسلمانوں کی حالت پر بے انتہا افسوس۔ انکی بد تہذیبی  
اور بُرے عادات و اطوار کی مرثیہ خوانی۔ مغربی رفتار مرکی اس قدر  
تعریف جسکے قبول کرنے کے لائق سامع کا ظرف نظر آئے۔ دو  
چار ادھر اُدھر کے جھوٹے سچے مضامین تازہ اور انپر مخفی ہونیکا  
ایک جھوٹا رنگ بشہر کے خاص خاص پُرا نے مسلمان خاندانوں کے  
حال پر ماتم اور نئی روشنی کی وبا کے مارے ہوئے حضرات کی جھوٹے  
سُرون میں زیر لب مدحت۔ ان کارروائیوں کا قلیل ہی عرصے میں  
وہ اثر ہوا کہ ہمسایے میں ہم ایک نہایت ہوشیار۔ باکار۔ بیدار۔  
اور حکیمانہ اور عالمانہ مذاق کے آدمی مشہور ہوئے اور اب پچھلے  
ملاقاتیوں سے اچھے اور بلند درجے کے لوگ بھی ہمسے ملنے جلتے لگے۔  
ہماری رسائی کا حلقہ روزانہ وسیع ہونے لگا اور ہم تمام ان جدید  
مذاق اور خیالات کے رُوسا کے ہاں اکثر آنے جانے لگے جہاں ہماری  
ہدایت سراپا برکت کی بہت بڑی ضرورت تھی۔ اس کارروائی  
کی کامیابی نے ہمو صاف طور پر دکھا دیا کہ مسلمانوں کی جماعت عقل و



ہوش میں کس قدر گھٹی ہوئی ہے اور انکو آبلہ فریبی کے جال میں پھنسانے کے لیے کس دانے کی ضرورت ہے۔

جب ہم کو مکان کے انتظام اور محلے والوں پر رنگ جانے سے فرصت ملی تو ہم نے نیچری رنگ کو تاکا کیونکہ یہ اسوقت بہت ہی مقبول اور خاص پسند تھا اور جدت اور خاص دینی اصول کی عدم پابندی کیوجہ سے اسکی طرف غیر مستقل نیم تعلیم یافتہ۔ نمائش پسند۔ سست ایمان مسلمانوں کا میلان ہونے لگا تھا۔ ایسے ذی دولت۔ خوش مقدور۔ عقل کے ادھورے اور گانٹھ کے پورے حضرات کو ہم نے اپنے ذہن کی نوٹ بک میں نوٹ اٹھا لیا جسکے عقیدے میں ترنزل آچکا تھا اور ہم نے اپنی حکمت عملی کے رخ کو ادھر پھیر دیا۔ پہلے پہل بڑی دقت اس میں ہوئی کہ ہماری اردو کی استعداد اس قدر کم تھی کہ سوا باغ و بہار و دیگر کتب کے جنکا ذکر قبل اسکے ہو چکا ہے اور کوئی عمدہ اور اچھی کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری تھی اور چار سطر صحیح لکھنے اور بولنے کی بھی قدرت نہ تھی اور یہاں خرابی یہ کہ اس جدید مذہب کے کل رسالے اخبارات۔ اور کتب مقدس اسی زبان میں ایک خاص قسم کی انگریزی جدید روش میں تھے بہر کیف اردو اخباروں کی مدد۔ اہل شہر کی برکت صحبت۔ اور اپنے حافظے اور ذہن کے زور سے قلیل ہی عرصے میں اپنی

جہالت کے چھپانے کے قابل مادہ ہم نے کسی طرح حاصل کر لیا اور  
بہت سے ضروری الفاظ زبان و قلم پر چڑھ گئے +

### چوتھا حصہ

جن رُوسا کے ہاں کہ ہماری آمد و شداد زیادہ ہونے لگی  
انہیں بے اکثر کے قومی صحیح نہ تھے اور بعض کے دماغ کی حالتِ صحت  
بھی بہت مشکوک تھی۔ انکی عربی فارسی کی تعلیم کٹر مٹر قسم کی تھی  
اور اس غیر مکمل اور بے اصول اور ناہموار تعلیم نے انکے ذہن پر  
صیقل کرنے کے عوض انکی عقل معمولی کو الٹا کند کر دیا تھا۔ ان  
لوگوں میں ہماری ایک طرح کے ڈیمی اتار کے مثل خاطر تواضع اور  
اوجھٹ ہونے لگی اور چونکہ یہ حضرات نئی روشنی کے دلدادہ تھے  
انکے ذہن میں ہماری انگریزی دافی۔ عمیق معلومات۔ حکیمانہ خیالات  
اور رفار مارانہ خصلت کی بڑی عظمت تھی اور انکے خیال کو ابلہ ذہن  
اور احمق نوازی کے ہتھوڑے سے ٹھونک ٹھونک کر روز بروز ہم  
اور بھی مضبوط بناتے جاتے تھے۔ انکی صحبتوں میں ہم کو غایت درجہ  
کے تازہ رکھ رکھاؤ کی ضرورت ہوتی تھی اور ہر لحظہ کیل کاٹنے سے  
درست رہنا پڑتا تھا تاکہ جہالت اور بے علمی کا عقدہ کسی نہج سے  
بھی اُن پر منکشف نہو۔ اکثر نامی علما کے انتقال کا ذکر سن کر ہم نہایت

ملول ہو جاتے تھے مصر کی چھپی ہوئی عربی کتابوں کی فہرست جو ہموار پر  
تھی اُس سے اپنے مذاقِ علمِ عربی کے بالکل نایہ ثابت کرنے میں ہم برابر  
کام لیتے تھے۔ فارسی دانی سے اگرچہ ہمارا دماغِ اسطرح خالی تھا جسطرح  
کسی احمق کی کھوپڑی عقل یا رُوساے مذکور الصدر کا خیال استقلال سے  
مگر با این ہمہ فارسی شعرا کے اسماء کی ہمنے ایک لمبی فہرست یاد کر رکھی تھی۔  
اور مجمع اشعار۔ گلستانِ مسرت۔ گلدستہ نشاط وغیرہ سے بہ امدادِ بعضِ جہا  
فارسی دان کچھ اشعار بھی یوں ہی منتر کے طور پر زبان کر لیے تھے۔ جہاں  
کہیں کسی نے فارسی کا کوئی شعر پڑھا۔ معنی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں مہمل  
یا بامعنی۔ مگر ہم ہین کہ آنکھ بند کیے مست ہاتھی کی طرح جھوم رہے ہین اور  
گویا معنی کے رس کو پکے آمون کی طرح چوس چوس کر لذت لے رہے ہین۔  
فارسی کا ہر شعر ہمارے دہن خیال کے لیے بلا تشبیہ لڑکون کی چستی کا کام  
دیتا تھا۔ پھر فارسی زبان کی شکر بریزی کی تعریف اور اُس کے مٹے چلے  
جانے پر تاسف کرتے ہوئے کوئی ہمواد دیکھتا۔ اردو میں ہم سیدِ مغربی کی  
عبارت اور تصانیف کی بے انتہا تعریف کرتے تھے اور اُنکو بلا خیال  
اسکے کہ کوئی نسبتِ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہو یا نہ ہو با ترن۔ مکالمے پہلشن  
سر والٹر سکاٹ۔ گولڈ سمتھ غرض جس انگریز سے جی چاہتا تھا ملا دیتے  
اور اس پر حاضرینِ جلسہ بغیر اس علم کے کہ یہ سارے انگریز مصنف و محرر تھے

یا جنگلی جانور بلا تامل صادر کر دیتے تھے۔ اکثر مغربی رفارمر کی تحریریں  
نسبت ہم ان زری کے گڈون سے کہ دیتے تھے کہ یہاں سید کا خیال  
فلان حکیم سے لڑ گیا ہے اور فلان مقام پر انکی تحقیق فلان جبرین فلاسفر  
سے ٹکر کھا گئی ہے اور فلان تحریر میں معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگوار کو خاص  
غیبی تائید ہوئی ہے اور کیون نہ ہو کہ ہماری قوم مردہ کے جلانے کو سبھا  
بنکر آیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب قدر مہلات و بے ربط بکنے کی ضرورت ہوتی  
تھی اسیں بہ آئین شایستہ سرگرم رہتے تھے اور اپنا سکہ قابلیت ان  
لوگوں کے کشور دلیر ہر طرح بٹھاتے تھے۔

اب جب کہ دو چار ذی مقدور رئیس ہمارے ہتھے چڑھ گئے اور  
انکے عقائد مذہبی اور رسوم خاندانی کا خون پھولیا تو ہمارے صاف  
اور مضبوط دل کو اس قسم کی مسرت ہوئی جیسی شیر کو شکار مارنے کے بعد ہوتی  
ہے۔ ان لوگوں میں ہم نے رفتہ رفتہ اپنے کو سید مغربی کا ایک خود ساختہ اور  
خانہ ساز خلیفہ بنالیا اور اپنے اسکا پر تو ڈال دیا کہ ہم نہایت ریاضتدار۔  
خوش اطوار۔ اور مسلمانوں کے دلی خیر طلب ہیں۔ ہماری محفل میں روز  
ایک تازہ ملحدانہ مسئلہ چھڑا تھا اور نیچر گرٹھ سے بھی تازہ تازہ مضامین کا  
تار بندھا رہتا تھا۔ اس چھپر چھاڑ میں انگریزی کتابوں کا غلط حوالہ دیکر  
ہم روزانہ ایک تازہ اجتہاد کرتے تھے۔ جمالت کے سبب ہمارا ہر قول

تمام اہل مجلس کو مان لینا پڑتا تھا۔ مختصر یہ کہ فرطِ دریا دلی سے ہمارے لیے بطور عطیہ نایدی قلیل مشاہرہ بھی مقرر کر دیا۔

وغظ کی مشق تو ایک زمانے تک ہو ہی چکی تھی۔ سچائی کی بھی اللہ کے فضل سے کوئی کمی نہ تھی۔ پھر کیا تھا۔ اسپچ کا پیرایہ اور بیوہ سرائی اور یادہ گوئی کی مشق۔ پھر توجو بحث و پریش نہوتی۔ چاہے کوئی مجلس کوئی مجمع ہو۔ سامعین کے سامعے پر بھروسہ کریدھرک بکھٹنے اور نہایت جوش و خروش کی ادا سے پادریا نہ ٹھاٹھ سے اپنی زبان میں انگریزی الفاظ ملا کر خواہ مخواہ غل مچا دیتے۔ اس بے ہنگام شور و غوغا اور بیہودہ گوئی کے صلے میں ہمارے ہوا خواہ معتقدین نے ہلکے گویا اور ٹیکا لقب بھی عنایت کیا اور یہ ایک تازہ پر سرخاب چند جانوروں سے ملا۔ اب کیا تھا۔ جہان جلسہ ہی ہم ایک شغال بے پر وبال کی طرح آشفٹہ حال غل مچا رہے ہیں جسپر شاباش کی تالیاں ہیں ہر۔ رہیں۔ دل ہی کہ اپنی کامیاب ناکامیابی اور سامعین کی قہقہہ افزا حماقت اور جہالت پر اندر سے دود و دھاتھ اچھل رہا ہی۔ ہر تقریر میں ہم مسلمانوں کی حالت زار پر کچھ نہ کچھ رو لیا کرتے تھے جس رونے پر اہل سفیش اکثر زیر لب ہنستے تھے۔ اس عیب کی سے بیہودہ سرائی کی مشق ہم پہنچانے میں ہم دو چار محفلوں میں بولتے وقت روک گئے

زبردستی ہاتھ پکڑ کر بٹھائے گئے۔ اور دنس پانچ سے ۶ سر بہت  
 دگرے پائے بدست دگرے ۶ کے ہول پر بڑی بے تکلفی سے نکالے  
 بھی گئے مگر ہمارا دل اس سے کچھ معصوم نہیں ہوا کیونکہ آنر کے کامین  
 نیک نیتی سے کوشش کرتے وقت اگر ہم نکال دیے گئے تو یوں  
 سمجھیے کہ ایک قسم کے قومی شہید بنے۔ اُن ظالموں کا نام اب تک  
 دشنام کے ساتھ کلام میں بسیا ختہ آتا ہی جنہوں نے ہمارے مجلسوں سے  
 ناحق نکلوا دیا۔ پھر بھی ہم ایسے نکالے جانے کو پراوٹ اثری سے  
 کہیں زیادہ سمجھتے ہیں۔ خدا کرے نصیب جمیع دوستان باد۔ آپ  
 حضرات دیکھتے ہونگے کہ کیا کیا مشکلیں جھیل کر ہم نے اپنی زبان کی آزادی  
 حاصل کی ہے اور کیا کیا دقتیں ترقی کی منزل میں پیش آتی ہیں سکین  
 اسی سے ہماری پڑمردہ قوم۔ ہماری مظلوم قوم۔ ہماری پس پا قوم  
 استقلال اور تحمل کا سبق لے۔

جب ہمارا رنگ ان معتقدین رؤسا میں جم لیا تو ہم نے اس مظلوم پر  
 غور کیا کہ انکو کیا ایک انقلاب عقاید۔ انقلاب لباس۔ اور انقلاب  
 اخلاق کی ایسی کونسی ضرورت پڑی تھی کہ یہ جھٹ پٹ اپنے آبا و اجداد  
 کے قدیم طریقے سے ہٹ گئے۔ انہیں جو جوان تھے انکی نسبت تو خیر کچھ  
 وجوہات بہ مشکل ذہن میں آتے بھی تھے مگر حالیہ کے پکے سن والوں کی اس

خام خیالی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی۔ چند روز کی توجہ میں یہ عقدہ  
 حل ہوا اور معلوم ہوا کہ کچھ نہیں۔ بس انکو بھی اُسی چیز کی تلاش ہے جسکے  
 لیے حضرت پیرِ طہا نے یہ سارا ہنگامہ بچا رکھا ہے۔ دیکھا تو یہ خیال ان  
 لوگوں کا نہایت انصاف مندانہ بھی تھا کیونکہ نیک نیتانہ آزادانہ کارروائی  
 سے یہ حضرات دنیوی عافیت و آرام اور نام و نشان کے خواہاں تھے۔  
 کسی کو خلعت کی ضرورت تھی۔ کوئی خطاب مانگتا تھا۔ کوئی لاشِ جناح  
 سے صرف تھینکس کا خواہاں تھا۔ ابھی پاک اغراضِ ذاتی کے حاصل  
 کرنے کے لیے عقائدِ اسلام کی ترمیم اور اخلاق و عادات و معتقدات کی  
 تبدیل کی ضرورت ان بزرگواروں کو لاحق ہوئی تھی جس میں ہمارے تلمیذ  
 اکسیر تاثیر تھے۔ اس مطلب کا معلوم ہونا تھا کہ ہم نے اپنا میلان امورِ  
 تمدن کی نسبت بھی ظاہر کرنا شروع کر دیا اور اپنے بلند حوصلہ چیلوں کے  
 خیال کو اس طرف موڑا۔ اس کو چے میں آنے کے لیے تو وہ ساز و سامان  
 سے لیس کھڑے ہی تھے۔ شہ پاتے ہی یکے دیگر سب دوڑ پڑے۔  
 کوئی دُلکی۔ کوئی چھارتک۔ کوئی شہ گام۔ زمین سے بعض بعض انگریز  
 اخبارات بھی منگواتے تھے۔ ہم انکا مطالعہ کر کے جو جی میں آتا تھا ہر ایک  
 کے حسبِ مذاق و ضرورت کچھ سمجھا دیا کرتے تھے اور پھر ہر مضمون پر ایک  
 اپنی رائے بھی جڑ دیتے تھے۔ کبھی کسی انگریزی اخبار کی رائے کو اپنی رائے

کہ کر بھی خوب داد لیتے تھے۔ غرض کہ قلیل ہی عرصے میں امور آ  
 تمدن میں ہم ان لوگوں کے ہادی بن بیٹھے۔ پہلی صلاح ہم نے ان  
 لوگوں کو حکام سے ملنے کی دی اور ہدایت کی کہ بغیر انگریزی لباس  
 اور انگریزی تراش خراش کے وقعت نہوگی اور وہ برابر حق و ذیل  
 جانیں گے۔ اس ترکیب اخلاق مغربی کے پہلے ہی زمین پر ہم نے انگلی پکڑی  
 آتر والی اور انگلی چپت گاہ کو چھیل چھا لکرائینہ بنا صاحب لوگوں کی  
 رونمائی کے لیے رخصت کیا۔ دوسری صلاح انکو انگریزی روش سے  
 رہنے اور کھانے پینے کے متعلق دی چنانچہ بعض صاحبوں کا مکان ایک  
 طرز پر کسی قدر درست بھی ہو گیا اور بعض آلو کا قلیہ اور دال بھات  
 بھی کانٹے چھری اور چمچے سے کھانے لگے۔ کبھی کسی کی طرف سے گورنمنٹ  
 میں ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بہ اجازت اُنکے کوئی خط لکھ دیا کہ وہ فلاں  
 معرکے میں سرکار کی طرف سے جان نثار کرنے کے لیے موجود ہیں اور والٹیر  
 بنکر جانے کے لیے تیار ہیں۔ کسی سے لکھوا دیا کہ وہ اپنے دس گھوڑے  
 اور چار ہاتھی سرحدی لڑائی میں دینے کو حاضر ہیں تاکہ سرکار پر سے  
 نثار ہوں۔ بعض سے ال جی (لفٹنٹ گورنر) کے نام کی اسکا کرڈ  
 جاری کر دادی۔ بعض نے ہماری صلاح سے یہ لکھ مارا (سب مسودہ  
 بند کا) کہ اُن کی بیوی جو نواب اکوٹ خان کی لکڑ پوتی ہیں جاننا



وشہباز خصلت زخمی گورون کی مرہم پٹی کے لیے میدان جنگ میں  
 جانے پر تلی بیٹھی ہیں۔ بعض نے گورنمنٹ میں یہ خواہش ظاہر کی کہ  
 ملٹری کالج کھلے تو ہم دس ہزار روپے کا چندہ دینے کو تیار ہیں۔ کچھ خدا کا ایسا  
 فضل ہوا کہ ہمارے یہ تمام مسودے تیر ہدف ہوتے اور ہر چٹھی کے جواب  
 میں گورنمنٹ سے وہی معمولی فارم پر شکریے کی چٹھی سبھون کو آتی گئی۔ ان  
 چٹھیوں کا آنا تھا کہ پھر تو ہماری تمدنی کارروائیوں کا ایک ہنگامہ چل گیا  
 اور اسکی شہرت ہوتے ہی پوری دو چار رئیس ادوں کے ہاں سے ملاقات  
 پیام ہوا۔ چند ہی عرصے میں پھر تو یہ نوبت پہنچی کہ کوئی ہمیں فیس دیکر بطور  
 سکریٹری کلکتے لیجاتا تھا۔ کوئی ہندوستانی حکام کی ملاقات میں ہکواپنا  
 قوت بازو اور مایہ نازش بنائے ساتھ ساتھ لیے پھرتا تھا۔ گویا اس زمانے میں  
 احمقوں کے کوچے میں سارے رؤسا کے نفسِ ناطقہ اور عقلِ کل ہم تھے  
 اور ہمارا ہی طوطی چاروں طرف بولتا تھا۔

واقعی ہکوا اپنی کامیابی کی ترقی مسلمانوں کے تنزل کی حالت کو روزانہ  
 خوب دکھاتی تھی اور اسکے دیکھنے سے مذہبی یا کسی اور آسمانی خیالات سے  
 تو نہیں مگر جثیت ایک بنی آدم ہونے کے ہکوا کسی قدر فہوس بھی ہوتا تھا  
 اس زمانے میں پنجابی تمام ہمہ پر اس ضرب المثل مصرعے کے معنی کھلے اور  
 ہمنے مانا کہ ہاں فارسی کے شعرا بھی کبھی سچے مضامین اور تجربے کے پتے

مسائل باندھتے تھے۔

ع چو احمق در جهان باقیست مفلس در غنی ماند

### پانچواں حصہ

جب کہ ہم زندگی کی گھڑ دوڑ میں ساز و بھار سے لیس ہو گئے اور کامیابی اور آسائش کی برق دم گھوڑی ہماری رانوں کا لوہا مان گئی ہم نے اپنے خیالِ مصلحت مالا مال کی باگ ترقی و اصلاح امور اتِ خلاقی کی طرف خوب پھیر دی کیونکہ ابتداء سے زمانِ تعلیم سے ہمارا خیال اخلاقی مسائل سے اکثر وابستہ رہا کرتا تھا اور اخلاقی خرابیوں سے ہمارا دل بہت ہی دکھتا تھا۔ یوں تو کثرتِ مشاغل کی وجہ سے دن کو مطلق فرصت نہ ملتی تھی مگر شب کو بعض اوقات کسی قدر وقت ایسے امور پر غور کرنے کے لیے بہ وقت نکال لیتے اور اسکو خیالی اور عملی دونوں طور پر استعمال میں لاتے تھے۔ اس زمانے میں شب کو کسی قدر زیادہ رات گئے تجربہ کار باران دیدہ۔ اور کئیں سال عورتیں ہم سے ملنے آیا کرتی تھیں اور ہم اُن سے بغرض نہایت اخلاقی تباہ اور گریبا گرمی سے ملتے تھے۔ اُن عورات کی نسبت پُرانے خیالات کے لوگ چونکہ بلاوجہ مجرب و بدظنی سے طرح طرح کے بُرے اور نامحسوس خیالات ظاہر کرتے ہیں اور ان کی وسعت معلومات اور پختہ تجربوں سے فائدہ اُٹھانا نہیں جانتے اس لیے ہم نے

احتیاطاً اُس نے اپنے کا وقت کسی قدر محفوظ مقرر کیا تھا۔

جہاں اوریسیوں اخلاقی مسائل پر ہم غور کیا کرتے تھے وہاں سب سے پہلی اور بلند جگہ ہمارے دل میں نسوان کی مختلف قسم کی اخلاقی خرابیوں کی تھی اور پھر انہیں بعض نا عاقبت اندیشانہ سستی رسوم کی مضرت کا خیال ہمو سخت بے چین رکھتا تھا۔ اس بات کو ایک زمانے سے دل نہ مان لیا تھا کہ بغیر اسکے کہ نسوان کی حالت کی اصلاح بخوبی ہمو مردوں کی اصلاح اور انکی اخلاقی صفائی ممکن نہیں ہے۔ ان نچتہ کار سن رسیدہ عورتوں سے ہم عموماً عورتوں کے مختلف طرح کے حالات و خیالات اور طرز معاشرت کی کیفیت دریافت کرتے تھے۔ آخر ان لوگوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے آس پاس کے محلوں میں بہت سی زندہ درگور رائٹین رہتی ہیں جنکی زندگی اور دنیاوی عیش و آرام کا باغ رسوم بجا ہے مہو اسے بالکل مڑھا گیا ہے۔ ان حالات کے دریافت ہونے سے ہماری ہمدردی کا دریا نہایت جوش میں آیا اور ہم نے یہ خیال کیا کہ اندرونی اور بکار آمد وسائل سے جہاں تک انکی صلاح و فلاح میں کوشش ممکن ہے اُسکو ایک مدبرانہ پتیرے سے عمل میں لانا اور ان غریبوں کو دائمی عذاب سے چھڑانا اور بے فصل کی موت سے بچانا نہایت ضروری غرض ہے ان ہی خستہ خصال نیک بختوں کے ذریعے سے ہم نے راتوں کو

بعض ایسے گھروں میں جہاں افلاس یا مہربوں کی غفلت نے ہمارے  
 لیے دروازہ کھول رکھا تھا خفیہ طور پر آمد و شد شروع کر دی۔  
 ان کو چون میں قدم رکھتے ہی ایک نئی دنیا ہماری آنکھوں کے تلے  
 گھوم گئی اور دو چار روز تک ہمیں ایک تحیر کا عالم رہا۔ ایک دروازے  
 میں سر دیتے ہی ساتوں طبق روشن ہو گئے اور ہماری رفتار میں کمی و  
 کے لیے ایک بہت بلند۔ فراخ۔ اور کھلا ہوا پھاٹک سامنے نظر آیا۔  
 ہماری رہبروں نے ہماری آمد و شد اور ملاقات کی تقریب بحیثیت ہمارے  
 ایک قومی مشنری (پادری) ہونے کے کی کیونکہ کسی دوسرے کام  
 یا ذاتی غرض کے حاصل کرنے کے لیے ہم حاشا کبھی ایسے نازک اور  
 خوفناک مقامات میں جانا پسند نہیں کر سکتے تھے۔ اس موقع دیندار  
 و ہدایت میں روپوش ہو کر جانا ہمنے اپنے اور ان نیک بختوں کے  
 خیال سے انسب تصور کیا کیونکہ ہلو گوں کی راہ میں بے انتہا کا  
 بچھے تھے اور انکو بچا کر قدم رکھنا ضرور تھا۔

پہلے پہل ہماری تقریب ایک بیگم صاحب کے ہاں ہوئی  
 اور شب کو بارہ کے بعد ہمارے حاضر ہونے کے لیے وقت مقرر ہوا۔  
 جاڑے کی رات تھی اور پچھم سے نہایت سناٹے کی ہوا چل رہی تھی۔  
 تاریکی گنہگاروں کے نامہ اعمال سے بڑھی ہوئی۔ ایسے وقت میں

گھر سے غیر محفوظ طور پر نکلنا کون تربیت یافتہ آدمی قبول کر سکتا تھا؟  
 ایسے جانے سے پہلے ضرور ہوا کہ سختی آب و ہوا سے اپنے قوی کے بچانے کا  
 پورا سامان کر لیا جائے۔ چنانچہ ہم نے حسبِ معمول اپنی دو اکابکس کھولا  
 اور اسمین سے ڈاکٹر ہینسی کا وہ عالمگیر سُرُخ مکسچر نکالا جو جسم کو آبِ ہوا کے  
 خارجی اثر سے بچانے۔ مزاج کے ٹون کو زینہ صحت و اعتدال پر لانے  
 اندھیرے اور بے نور دونوں میں گرمجوشی اور تہمت کا چراغ جلانے۔  
 ذی فراش مریض کو ایک ڈوز (مقدارِ شربت) مین بسترِ صحت پر  
 سرسری طور سے اٹھا بٹھانے۔ ایک عالم کو اپنے مفید اثر کا جامِ صحت  
 پلانے۔ زبان کی تیغ کو آن کی آن میں سان چرٹھانے۔ بزدلوں کو شیر  
 غرّان بنانے۔ اور ذہن وجودت کے تازی پر تازیانہ جانے میں  
 بے نظیر مشہور ہی اور اسکا ایک پورا ڈوز چڑھ کر ہر طرح مسلح ہو گئے۔  
 شہر کے تہذیب یافتہ حلقوں کی گردش اور یورپ کے تجربہ کار اطباء  
 کی صحبتِ سراپا برکت سے اب ہم کو اس زمانے میں اُس دوعاری کا  
 کے بارشِ تحن کے ملکی اور قومی عرقِ شیر کی ضرورت باقی نہیں رہی  
 تھی کیونکہ اُس سے عسہ اور نایاب نسخے اب ہمارے ہاتھ لگ  
 گئے تھے چنانچہ ہم نے اپنی عافیت۔ حفظِ صحت اور سخت دماغی کام کے  
 خیال سے مختلف قسم کے ولایتی مکسچروں کا استعمال شروع کر دیا تھا اور

اِسے ہمارے خیال پر ایسی نفیس قلعی ہوئی تھی کہ ہر شکل سے مشکل  
 تمدنی اور علمی مسئلہ سہیں صاف نظر آتا تھا۔ چونکہ عموماً انگریز مئی دواؤں  
 اور خصوصاً انکی کڑی اور تیز بو سے اِس ملک کی شریف عورتیں نفرت  
 کرتی ہیں اِس خیال سے ہم نے ڈاکٹر ہینسی صاحب کے کسچر کے چڑھانے  
 کے بعد کلی کر کے احتیاطاً دو چار گلو ریاں کھالیں کیونکہ جنگی ملاقات کو  
 جانا تھا اُنکا مذاق ایسی دواؤں کے خصوص میں اسوقت تک مطلق  
 معلوم نہ تھا گو اِس سے کسی قدر تشفی تھی کہ ڈاکٹری دواؤں نے  
 بہت سے تعصبِ بیجا کے بُرے اثر کو رفع کیا ہی۔

ساڑھے گیارہ بجتے بجتے ہماری ارکاٹنی کی کشتی آن کر موجود ہوئی  
 اور ہمارا جہاز لبادے وغیرہ سے آراستہ ہو کر اُسکی دُم سے بندھ کر چلا  
 گویوں تو سارا شہر ہمارا اچھانا ہوا تھا اور گلی کو چون کی بھی مختلف  
 ضرورتوں سے ہم نے خوب خاک چھانی تھی مگر وہ بڑھیا ہمکو ایسی تنگ  
 تیرہ و تار۔ بدبو۔ اور پچپیدہ گلیوں سے ایک ڈیوڑھی پر لے گئی  
 کہ ہم اُنکو کسی طرح یاد نہ رکھ سکے۔ اُس ڈیوڑھی پر گورنریاں کے  
 چراغ کے ہمشکل ایک چراغ جل رہا تھا اور وہ مکان اپنے نگین مکین کی  
 حالت زار کا ایک سچا اور اچھا خاکہ تھا۔ تھوڑی دیر تک ہمکو ڈیوڑھی  
 ٹھہرنا پڑا۔ اِسکے بعد ہماری رہبر بڑھیا ہمکو ایک چھوٹے سے دروازے

سے ایک خلوت میں لیگتی۔ وہاں ہم نے ایک تخت پوش پر کھٹکٹ فٹش  
 بچھا اور بیچ میں ایک رنگین پردہ پڑا ہوا پایا۔ انداز سے معلوم ہوا  
 کہ پردے کی اس جانب پلنگ پر بیگم صاحب ہماری صحبت سراپا  
 منفعت سے لذت اٹھانے کے لیے بیٹھی ہیں۔ اس انداز اور خیالی  
 نشانے کی تصدیق فوراً ہی بازیب کی جھنکار سے ہو گئی۔ غرض کہ  
 اس طلسماتی مقام میں وہ بڑھیا ہمو چھوڑ کر کہیں غائب ہو گئی۔  
 یقین کر لیا کہ ہمارا مخاطب صحیح پردے کے اس طرف ہمہ تن حُسن  
 عقیدت و گوش بنکر بیٹھا ہے۔ ہم نے نہایت قاریانہ خوش لہجی سے  
 السلام علیک کی ترتیل کی۔ اس کے جواب میں کسی قدر دبی ہوئی  
 ہنسی میں لپٹی ہوئی ایک ہلکی سی بندگی ہمو ملی۔ غرض بعد مزاج  
 پرسی وغیرہ کے گفتگو کا سلسلہ چھڑا اور ہم نے اسے اپنی نیک تبتا  
 اور سہر دانہ غرض ملاقات بیان کی۔ پردے کے اس طرف صاف  
 معلوم ہوتا تھا کہ کسی بلبل ہزار داستان کا پنجرہ رکھا ہوا ہے۔  
 ہماری روکھی سوکھی مصنوعی انگریزی غاپا دریانہ تقریر کا رنگ اس  
 دل پر اور فصیح تقریر کے آگے بالکل ہی پھیکا معلوم ہوتا تھا۔  
 عند الکالمہ یہ بات معلوم ہوئی کہ بیگم صاحب کا سن اٹھارہ اُنیس  
 برس کا ہے اور انکی ایک آزادانہ اچھی خاصی آمدنی بھی ہے مگر زندگی

آفت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اُنکے سارے اندرونی قویٰ میں  
 پڑمردگی اور ضمحل آگیا، اور وہ عزیزوں کے ظلم بجا اور قید و بند  
 ناسزا میں سخت گرفتار ہیں۔ اللہ اللہ ایک مسلمان خاندان کے ایک  
 ایسے پیارے رکن کو کہنے اُسکے گھر میں بد مذہبانہ اور ہندوانہ رسوم  
 کی زنجیر میں جکڑا ہوا قیدی پایا۔ اب اگر ہمارے قلب کو جہان اُسکی حالت  
 کی دریافت اور معائنہ سے بڑی تکلیف ہوئی وہاں اتنی تسکین بھی  
 تھی کہ ہم ایسے زینے تک پہنچ گئے تھے جہاں سے بہ اسلوب نیک  
 اور بہ وسائل جائز اُس مطلوبہ اور اُسکے مثل بہت سی اور بد نصیبوں کی  
 چارہ جوئی بخوبی ہو سکتی تھی۔ انکی اصلاح حال میں اور کیا ضرورت تھی؟  
 فقط اُنکے خیالات کو بدل دینا۔ اُنکے قویٰ کی پڑمردگی اور دلوں کی شرمی  
 کو دفع کرنا۔ اور اُنکے دین کے مطابق انکی جائز خواہشوں اور طبعی  
 رغبتوں کو خارجی وسائل اور آلات سے چمکانا۔ بس جہاں یہ بایں  
 حاصل ہو گئیں پھر کسکی طاقت تھی کہ نیچر کی اصلی قوت کو روکے۔ اُنکو  
 اُنکے استحصال خواہش طبعی پر ٹوکے یا اُنکے ذاتی امور میں دخل دے۔  
 غرض ان مضامین کو پیش نظر رکھ کر سمجھنا ایک مختصر۔ پر اثر۔ ہمدردی  
 انگیز۔ اور محبت ریز تقریر آزادی سنوان اور نکاح ثانی کی ضرورت  
 فوائد۔ استحسان۔ اور جواز کی نسبت کی اور اُس میں چند عربی



نفرون کا بھی استعمال کیا گواٹکو نفس مطلب کوئی علاقہ نہ تھا۔ ہماری تقریر کا بہت عمدہ اثر یہ ہوا کہ انھوں نے اس قسم کی ملاقات اور مکالمے کو پسند کیا اور اسکے جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ دیر تک پھر مختلف مضمون اخلاقی پر بڑی بے باکی اور گرما گرمی سے مبادلہ خیالات ہوتا رہا اور اسی وقت دو چار گھنٹے کی صحبت میں ہمیں یہ معلوم ہونے لگا کہ وہ خوبصورت لاش جو پردے کے اُس طرف پڑی تھی اُس میں گویا آہستہ آہستہ جان آ رہی تھی اور نیچر دیر پردہ اپنا کام کر رہا ہی۔ غرض ہم سے اور اُس نو بہال باجن میں خوبی سے خوب دوستانہ مراسم قائم ہوئے اور اب اکثر اوتون کو ہم تنہائی میں وہاں جانے اور اُسکی صحبت سراپا محبت میں عجیب معنوی لذت پانے لگے۔ گودن بھر کی گردش اور مشکل مشکل دماغی کام شام کے بعد اس قابل نہ رکھتے تھے کہ ہم آسانی سے کہیں جاسکتے مگر ضرور پڑتا تھا کہ اُس شخص کاوے کی گرد کو اخلاقی محبت انگیز جھاڑو سے جھاڑ دیا جائے اس غرض سے چار و ناچار بلاناغہ جانا پڑتا تھا۔

چند روز کی صحبت میں جب ہم نے اُس معزز لیڈی کے خیالات میں آشکارا انقلاب پایا اور دیر پردہ ہمارا مقصد حاصل ہوا اس وقت ہم نے یہ سوچا کہ خارجی طور سے اُس مشہور گلوٹنا ننگ سسٹم (طریقے) کا برتاؤ کر کے اُسکی طبعی خواہشوں کو چمکائیں اور اس طرح اُس دنی کو

اُسکے قوی سے دفع کریں جو برسوں کے رنج و غم اور قید و بند سے اُسپر  
چھا گئی ہے۔ چنانچہ اس منصوبے کے مطابق پہلے ہمنے تقریر کی آگ  
اور مضامین کی گرمی سے اُسکی نفسانی خواہشوں کو آہستہ آہستہ  
اُس انداز سے نرم نرم آنچ دینی شروع کی جس طرح شب بیک کی ہانڈی  
کو رات بھر دی جاتی ہے۔ یہ کام نہایت دقت انگیز اور قوت فرسا  
تھاکر استقلال اور نیک نیتی کے ظفر تکیے کو مضبوطی بکڑ کر آخر ہمنے  
چند ڈگری اُسکی خواہش نفسانی کو مردانہ آواز۔ مردانہ بوباس  
اور مردانہ جسم کی حرارت کی لو سے قریب رکھ کر اس طرح بھڑکادیا کہ  
آخر وہ موم کی گرگیا اور عفت و عصمت کی پہلی رفتہ رفتہ پگھلنے لگی۔  
اُس کا دل متاثر ہو گیا۔ اُسکی مردہ خواہشیں ابھر آئیں۔ اور اُسکی  
طبیعت مرد کی صحبت کی طرف اُس رغبت سے بڑھی جس طرح صحیح  
اور قوی رحم نطفے کے استقبال کے لیے تشنہ کا مانہ بڑھتا ہے۔ غرض کہ  
در پردہ کارروائی نے پردے کو اٹھنے پر مجبور کیا اور ایک شب کو  
عند الکالمہ اُس آزادی پسند اور شوخ مزاج لیڈی نے باوجود ہمارے  
بار بار روکنے کے بھی پردے کو آخر اٹھا ہی دیا ایک مرتبہ تو بے اختیار  
میں ہماری آنکھ اُس شمع تابان پر بیاضہ پڑی گئی مگر جھٹ بلا تصنع  
صل علیٰ کھراور آب دیدہ ہو کر آنکھیں نیچی کر لیں۔ چونکہ دونوں جب

نیک نیتی کا و فور تھا اس لیے باوجود پردے کے اٹھ جانے اور  
 گلو نازنگ طریقے کے عمل میں آنے کے بھی ہم لوگوں کی ملاقات و  
 صحبت کا مائل ٹون برابر بہت ہی اُجلی صحت کی حالت پر رہا کیونکہ  
 اس ملاقات کی بنا ابتدا سے نیک نیتی اور ہدایت پر تھی مگر ساتھ ساتھ  
 پہنچے مسیحائی کا کام کیا یعنی ایک مردہ دل اور پژمردہ خاطر انسان کو  
 زندہ دل اور صحیح المزاج بنادیا۔ جو کچھ کسر کہ پردے کی وجہ سے آج  
 کے دینے میں باقی رہ گئی تھی وہ اب خود بخود بالمشافہہ و زانہ نکلنے لگی  
 اور ہماری قربت کی گرمی پوری طرح سے اپنا کام کرنے لگی اور گویا ہمارا  
 مشن کا مشین اپنی پوری کارروائی میں سرگرم تھا۔ خلاصہ یہ کہ ہمارا  
 اور انکا پاک اتحاد (باوجود بعض حساد اور بد نیت لوگوں کے  
 مختلف غیرت سوز اور غیر مہذب خبروں کے مشہور کرنے کے بھی)  
 روز افزون ہوتا گیا اور ہلوگوں نے کبھی ایسے واہی تباہی بازار کی گتوں  
 کے بھونکنے کی طرف التفات نہیں کیا۔ قصہ مختصر تین مہینے کی ملاقات  
 میں اُس آزادی اور نیک نیتی کی تصویر کو بڑے زور سے نکاح ثانی  
 کی خواہش پیدا ہوئی اور اُس نے اپنے جائز حق کے سوسائٹی میں حاصل  
 کرنے کیلئے ایک زندہ آدمی کے طور پر سارے آلاتِ حرب مسلح ہو کر بڑا  
 شروع کیا۔ اس کام کی کامیابی کی شہرت نے پھر تو ایسے بیسیوں محسن کے

دروازے ہمارے سامنے کھول دیے اور ہکوا اکثر ایک خون آلود دل  
ایک خون بار چشم۔ اور ایک دل آزار خیال لیکر ہمدردی انسانی  
کے جبر سے وہاں جانا اور اپنے کو اس معرکہ عظیم میں ہزاروں طرح کے  
ظروں میں بھنسا کر بیسیوں مظلوم قیدیوں کو عذاب شدید پہنچانا پڑا تھا  
چھٹا حصہ

نسوانی اخلاقی اصلاح کے باب میں ہماری قلیل مگر دلی اور  
مخلصانہ کوشش کی جادواثر اور دیرپا کامیابی کی شہرت پر منفعت  
درپردہ بے پردہ پردہ داروں میں اس خوش عنوانی اور لذت  
افشانی کے ساتھ ہوئی کہ بہت سی مقید اور پشردہ شریف اور نرم دل  
نیکبختوں کے سامنے سے شرم ناجائز اور لحاظ ناروا کا پردہ حقیقت  
کی پرزور اور طوفان در بغل ہوا کی قوت سے اس خوش آیند اور سر  
وحیرت افزا انداز سے اٹھنے لگا جس طرح بے لاگ اور شواثر ایسیج  
کے پردے اٹھتے ہیں۔

ان حلقوں میں عموماً اسی پردے کے اٹھنے پر آزادی اور  
اخلاقی اصلاح و ترقیات کا دار و مدار تھا۔ ادھر اس کا اٹھنا تھا کہ  
ہم اس آسانی سے ان خوبی۔ خوش اخلاقی۔ ہمدردی۔ اور نیک  
نیتی کے عشرت خانوں میں بے روک ٹوک آنے جانے لگے جس طرح

تارصابون میں۔ نشہ شراب پر نکالی دماغ میں ہوا سے بہار مستون کے  
 شائے میں۔ غوطہ خور خلیج فارس میں۔ ہماری مہذب اور اخلاق آموز  
 گھس پیٹھ کے ہلکے ہلکے دھکون نے جہالت اور ضلالت کے اُس قدیم  
 اور غرور انگیز طلسم کو بہت سے مقاموں میں توڑ دیا جسکے قائم کرنے  
 میں چند صدیوں تک متعصب اور تاریک خیالات کے فرضی قابل  
 لوگوں نے مذہب اور حکمت سے محض ناجائز کام لیا تھا۔ ایک تنگ  
 اور محدود حلقے میں ہدایت اور گلو نیا نیا تنگ طریقے کے نیک نیتی سے  
 برتنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ ہماری آمد و شد کی فی الجملہ سی گنجائش  
 ہو گئی کہ اکثر اوقات ہاں آزادی اور ہمدردی انسانی کی ہوا بہ بہ کر  
 جہالت اور ظلم کا خون آہستہ آہستہ بہا نے لگی۔

جب کہ ہمارے مشن میں بہت سی نا کردہ گناہ مجرم اور مقید  
 خاتونین داخل ہو گئیں اور انکے قصد اور بہت میں کسی قدر قابل  
 تشفی سختی بھی آگئی تو ہم نے دیکھا کہ بلا مبالغہ ہم پر ہر ایک سر اور  
 ہزار سو اچکی مثل صادق آتی ہی۔ ایک آدمی سے اتنی مختلف  
 المقام اور مختلف المزاج عورتوں کا آلہ ضرورت بنا اور انکی آزادی  
 اور جائز خواہشوں کا فقط حکیمانہ اصول کی کارروائیوں سے چمکانا  
 نہ تھا۔ اس لیے ضرور ہوا کہ ہم انکے حلقہ ملاقات کو اس قدر پھیلائیں کہ

درمیان روشن خیال اور تربیت یافتہ امرا اور نوجوانوں اور ان ہمدردی  
عافیت۔ اور اخلاقی خوبیوں کے دیوتاؤں کے وہ سلسلہ محبت و مبادلت  
اخلاق و مودت ایک استواری کے ساتھ قائم ہو جائے جس پر ممالک  
بیضان کی ساری تہذیب یافتہ قوموں کی تمام اخلاقی آسائش۔ تعلیمی  
کامیابی اور تمدنی سرسبزی مبنی ہے اور مرد و عورت میں جس خوشگوار  
اور جان نواز تعلق کے بغیر دونوں کی صحت روحانی اور زندگی اخلاقی  
میں شادابی اور تازگی کبھی آ نہیں سکتی۔

اس خیال منفعت مالا مال نے اس امر عظیم کی انجام دہی کی  
ہمارے تو سن غزمت کو اس تیزی و تندی کے ساتھ بڑھایا جس طرح  
جوان اور صحیح المزاج عورت کی طبیعت مرد کی صحبت۔ مرد و  
خواہش عورتوں کی ہر دل آویز حرکت۔ فرساقوں اور نایکوں  
کی نظر توجہ زن و مرد کی پر لذت اور پر مسرت بے تکلفانہ مخالفت  
بیمار کی خواہش غذا پر مضرت۔ بادشاہوں کی ہمت توسیع  
سلطنت۔ فقر کی تمنا استحصال دولت۔ کمینوں اور بزدلوں  
کی عنان تدبیر منافقت۔ اور کم طرفوں کی نیت مصنوعی ثروت  
و چشمت کی طرف بڑھتی ہے۔

عنان توجہ کا ادھر مڑنا تھا کہ اس خیال کے آئینے میں سیکڑوں

ایسی فائدہ خیز اور عشرت انگیز صورتیں نظر آنے لگیں جو ہمارے خواب  
و خیال میں بھی کبھی نہ تھیں اور ان میں ہر ایک ایسی معصومانہ اور  
بے غل و غش تھی جس پر تنہائی میں ہم دیر تک عیش عیش کرتے تھے۔  
اخلاقی طور پر اپنے قابل اور تہذیب یافتہ احباب کی ایک جماعت  
کی جائز حاجت روائی اور پھر اُسکے ساتھ ساتھ دائمی نیکنامی اور  
ہر طرح کا صلہ محنت اس سے بڑھ کر کون سی چیز ایک آزاد اور نیک  
نیت آدمی کے لیے دل خوش کن ہو سکتی ہے؟

ہم نے اپنے اُن امیر زادے چیلوں میں سے جنکو مشکلوں سے  
نئی روشنی کے جالی بوٹ پر سوار کیا تھا چند چلتے پُر زون کو  
اپنی سفارش اور التفاتِ مفرط کی محفوظ دلیوں میں بٹھا کر اُن طلبہ کی  
مقامات میں پہنچا دیا جہاں کی آب و ہوا روز بروز پر صحت ہوتی جا  
تھی اور جہاں کہ اخلاقی صحت کے ایوانِ رفیع الشان کے درست  
ہونے میں صرف انہی سر و آزاد نازک اور سیدھے کھمبون کی اشد  
ضرورت تھی۔ باہمی مجالست و معاشرتِ محبت اور اخلاقی رسوم  
کے آزادانہ برتاؤ سے جب کہ دونوں جانب کامیاب اور جی بھر کر  
متلذذ اور ایک دوسرے کی راحت و عافیت میں معین و متحرک  
ہونے لگے اُس وقت اُس درجے تک ایک تنگ حلقے میں سوسائٹی

مارل ٹون درست ہوا جس حد تک ہماری ہدایتوں اور کوششوں کی مشعل کی روشنی جاتی تھی۔

دونوں جانب سے ہمارے حال پر انواع و قسم طرح کی ایسی مخلصانہ جائزہ اور دلی غنائتیں ہونے لگیں جنکے قبول کرنے سے ہم بحیثیت ایک جنگلیں اور کم مقدر آدمی ہونے کے کبھی عقلا اور اخلاقاً انکار نہیں کر سکتے تھے۔ ہر گزہ روز ایک نئے انداز سے ہماری ہوتی تھی۔ آج کہیں ڈنر پارٹی ہر ٹوکل کہیں ٹھن ہر کہیں معصومانہ گانے بجانے کی صحبت میں ہماری دعوت ہر کہیں باغ کے جلسے کی کپنک میں ہماری شرکت پر اصرار و حجت ہی۔ خلاصہ یہ کہ اس شہر خموشان میں زندہ دلی اور اخلاقی زندگی کا جو باغ کہ ہننے اپنی جان فرسا مشقت و محنت سے لگایا تھا وہ خوب سرسبز ہوا اور اسکی بہار ہم اور ہمارے احباب و چشم مار و شن دل ما شاد کہ کر دیکھنے اور اسکے ہمیشہ آباد رہنے کی دلی دعا مانگنے لگے۔

دن کے متنوعہ مشاغل کے علاوہ رات کے انجمن ہمارے اس کثرت سے ہو گئے تھے کہ ہم کو اپنی صحت کے پلوں کے برابر رکھنے کی ضرورت سے ڈاکٹر ہینسی صاحب کے کسچر کے ڈوز کے روز بڑھا دینے کی حاجت ہوتی تھی۔ بعض کمزور اور بہت ہی پرمردہ خاطر



لیڈی دوستوں سے ہنسنے اس مکچر کے پینے کی سفارش کی اور اس سے  
 انگو بیہی فوائد حاصل ہوئے۔ اس میں ہمارا نفع یہ تھا کہ ہلکے اوقات مختلف  
 میں اجاب کے مکانون اور اخلاقی صحبتوں میں دو اپانی کا آرام رہتا۔  
 چند عرصے میں اس مکچر کا رواج ایسا ہو گیا کہ ہر لیڈی فریڈ کے  
 انتظامات خانگی کی بھی ہم خفیہ دیدہ بانی کرتے تھے اور بعض کے میرنشی  
 بھی گئے جاتے تھے۔ ان چشتوں میں بھی جائز اور ایمان دارانہ طریقے  
 سے ہماری آمدنی کی شکلیں پیدا ہو گئی تھیں اور تجارت کے حلقوں کا  
 تجربہ بھی ہمیں منفعت کے ساتھ ہوتا جاتا تھا۔

ہمارے اخلاقی بارغ میں اب روزنامہ شکوے نے پھولنے لگے۔  
 آزادی سے جو نیم کورٹ شپ کا موقع ان بیواؤں کو ملا اور گلوں نازنگ  
 طریقہ جو کامیابی سے مختلف زندہ کلون کے ذریعے سے برتا جانے لگا  
 اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مہینے میں دو ایک نکاح ثانی اُس عمدہ طریقے اور  
 نیک اسلوب سے ہونے لگے جس پر انسانی دنیاوی آسائش۔ ترقی  
 عافیت۔ اور سوسائٹی کی اصلاح کی پوری بنا ہی۔ جسکی خرابی  
 نے مسلمانوں کے بہت سے خاندانوں کو برباد اور بے بنیاد کر دیا  
 ہی۔ اور جسکی طرف آج تک متعصب اور تیر و خیال پرانے اسکول کے لوگوں  
 نے مطلق توجہ نہیں کی۔ ان باتوں کے مشہور ہونے سے مسلمانوں کی

لیڈی کے مکان میں یہ دو اعمو ما ملتی تھی۔ علاوہ دوستی و محبت ان میں سے فرط اعتماد کی وجہ سے اکثر

جماعت کے بے انصاف اور بد عقل لوگوں کی طرف سے ہم پرست  
 سے حملے درپردہ اور بالا اعلان ہوئے مگر ہم نے سبکو تجربے  
 بہمت۔ اور ایمانداری کی قوت کی سپر پرو کا اور یہ امر انکو اپنے  
 استقلال اور اپنے مشن کی کامیابی کے روشن نتیجوں سے بتا دیا  
 کہ آزادی اور مارل کرچ کی دھار کو کسی ہتیار اور دیوار کے ذریعے سے  
 روکنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ایذا رسان اور مفسدانہ مخالفت  
 گھٹتی گئی اور پھر وہی وقوع میں آیا جو تجربے نے سکھایا تھا۔ یعنی اس  
 سے لوگوں نے اپنے خیالات کو آخر پھیر لیا اور ایک پر نجش ہے  
 التفاتی اور مجبورانہ پروائی اس کی طرف سے دکھانے اور یوں  
 ہلوگوں کی ہمت کو بالکلیہ روز بروز مضبوط اور مستحکم کرنے لگے۔

### ساتواں حصہ

س  
 سیکرٹری مشاغل سے فرصت ملتے ہی ہم نے اپنے خیالات میں  
 کونسوانی حمایت و رعایت کے پاس سے ہٹا کر پاس ہمدردی قومی ایک  
 مضبوط اور پر سطوت قومی آرگن کے استواری اور آزادی کے ساتھ  
 قائم کرنے کی فکر سے بڑی قوت استقلال سے وابستہ کر دیا اور  
 ہماری سرگرمی۔ نیک نیتی۔ اور مستعدی کی گرمی نے ہماری  
 خیالی قومی ہڈی کو تیزانج دے کر بہت جلد پکا دیا۔ اب یہ منصوبہ ہمارے

دماغ میں جم گیا کہ بغیر ایک قومی اور اسلامی آرگن کے ہمارے صوبے  
 کے مسلمانوں کی کسی قسم کی صلاح و فلاح - ترقی و تہذیب ممکن نہیں  
 ہو سکتی اس لیے اسے اس کی صحت پر کبھی ایک منٹ کے لیے بھی تامل نہوا  
 اور اس کی کامیابی کی طرف ہم کو غایت درجے میں تشغیل تھی مگر اسلامی قومی  
 آرگن جو کہ بہت سے پریچ اور خوفناک تمدنی اسباب کے مجتمع ہو جانے  
 سے تیج بے نیام کی صفت رکھتا تھا اس کو البتہ زمانہ نا تجربہ کاری  
 میں بے باکانہ اور آزادانہ پکڑتے اور پھر اپنی مرضی کے مطابق  
 چلاتے کسی قدر جی ڈرتا تھا لیکن ہم نے اپنے پرانے یار و مددگار  
 یعنی ہمت سے کام لیا اور اپنے اس خیال کو بعض اپنے ذمی مقدمہ  
 انیم تہذیب یافتہ چیلوں سے آبدیدہ ہو کر اور قومی ہمدردی کے رنگ  
 میں ڈوب کر بیان کیا۔ غرض ان صاحبوں کی توجہ اور ہماری فانی  
 کوشش سے کسی قدر سرمایہ فراہم ہو گیا اور ہم نے ایک تیسرے  
 درجے کے گمنام مطبع سے ایک ایسے دور قومی آرگن کے ہفتہ وار  
 نکالنے کا بندوبست کیا جو ٹھیک اس عبرت انگیز اور پُر اثر طور پر  
 ہمارے ہمعوموں کی حالتِ افلاس و تباہی کو ظاہر کرے جس طرح  
 غرقِ لنگوٹی موباف کی طرح سمٹ کر افلاس زدہ اور غریب بازاری  
 لونڈے کی غربت اور حالِ زار کی پُر رقت تصویر در پردہ اہل نفس کو

دکھاتی ہی۔

تجربہ کار احباب کی صلاح سے اس اخبار کا ایک عمدہ نام قومی  
حالت کے مطابق قرار پایا اور یہ قومی اور اسلامی آرگن (کاسہ گدائی)  
کی شکل میں مشکل ہو کر قومی سے فعل میں آیا۔ اس نام کی دلگدازی  
اور زرکشانہ ادا کو اکثر صاحبِ رائے لوگوں نے پسند کیا۔ اخبار  
کی ایڈیٹر۔ مالک۔ نامہ نگار، صحیح پریس میں کاتب وغیرہ سب کچھ  
ہم تھے اور ہم کو اپنے پیش قیمت وقت کا ایک بہت بڑا حصہ اسکے  
لکھنے اور دوسرے انتظام و اہتمام میں مجبوری سے دینا پڑتا تھا۔  
یہ وہ زمانہ تھا کہ ہنگو غلط سلط ترجمہ کرنے کی قدرت ہو گئی تھی اور  
کسی طرح مرپٹ کر اداس مطلب پر بھی ہم قادر ہو گئے تھے۔ سو  
سو اسو خریداروں کا بند و بست سعی و سفارش اور ہمارے رونے  
دھونے سے (کہ جسمیں اب ہم کو اچھی مشق بہم پہنچی تھی) ہو گیا  
اور کسی قدر زر نقد بھی بیدیشگی شہر کے بیفکرے مال دار رئیسوں کے  
ہتھے چڑھ گیا۔ اخبار میں کچھ معمولی ادھر ادھر کی لوکل خبریں تھیں  
تھیں اور انگریزی اخباروں سے ہرائی دھرائی خبروں کا ترجمہ بھی  
ہو جایا کرتا تھا چند روز کے تجربے میں یہ رنگ پھیکا معلوم ہوا اور  
اخبار کا نتیجہ اسکے پہلی مقصد یعنی (قومی استحصال بالجبر) کے خلاف

نظر آیا۔ فوراً ہم نے پتیرا بدل دیا۔ اب کیا تمہارے ہمارے پاس  
 شہر کی ذلت سرشت اور آب و ریز عفت سوز خبروں کا ذخیرہ جمع  
 ہونے لگا۔ کچھ خبریں تو اللہ کی عنایت سے واقع میں بھی ملجاتی  
 تھیں۔ باقی اکثر آسانی سے ہم خود تصنیف کر لیا کرتے تھے۔ دو چار  
 رئیسوں کی شکایت جو چھپی اور دنل بیش و حشت انگیز قصے جو درج  
 صحیفہ ہوئے پھر تو غل ہو گیا اور ہر امیر و غریب اس قومی آرگن کی  
 آزادانہ چوٹوں سے ڈرنے لگا۔ ادھر ہم نے مشہور کر دیا کہ انگلش مین  
 و پائیر وغیرہ میں اس ناچیز پرچے کے آرٹیکل ترجمہ ہو کر چھپا کرتے ہیں  
 اور گورنمنٹ سے اس کی خریداری کی درخواست آئی ہے اور شمالی و  
 مغربی میں بعض احباب کی کوشش سے ایک سو پرچے وہاں کی  
 گورنمنٹ خرید کر گئی۔ یہ بھی بعض ڈرپوک اور بزدل رئیسوں کے  
 کان میں ڈال اور ڈلوادیا کہ صاحب کلکٹر بہادر نہایت توجہ سے  
 اس پرچے کو پڑھوا کر سنتے اور اسمین جو خبریں یا مضامین چھپتے ہیں  
 ان پر خاص کر کے توجہ فرماتے ہیں۔ ان خبروں کا مشہور ہونا تھا پھر  
 تو اس کے داب و رعب کا سکہ بڑے بڑے لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا  
 اور تہ پیشگی اس قومی آرگن کو عطیہ تائیدی اکثر حضرات سے ملنے لگے۔  
 اس زمانے کی چرندم خوردم کی آسائش اور سامانِ آرمش ورامش

بیان سے باہر ہے۔ آج ایک پرچہ پاپا مارا کل دوسرے کو دھکی دی۔  
 پرسون تیسرے شخص کے گھر کی نسبت ایک جھوٹ خبر اس طرح پر  
 چھاپ دی کہ اخلاقی لائبل ہو اور قانونی لائبل سے بری۔ غرض  
 آئے دن ایک تازہ شکار دام کا سہ گدانی میں پھنسیا جاتا تھا۔  
 اسی زمانے میں ہمنے مصلحتاً اپنے کو بعض انگریزی اخباروں کا  
 نامہ نگار بھی مشہور کر دیا تھا اور دال چاول کے بھاؤ اور برسات  
 گرمی کی کیفیت کے ساتھ بعض رئیس کی موقع سے تعریف بھی لکھتے  
 تھے۔ اسکا اثر ہمارے اخبار کے اثر سے ملکر ایک عجب طرح سے  
 رئیسوں کے دلوں پر پڑتا تھا۔

چھ سات مہینے تک تو بڑی دھوم سے یہ اخبار چلا اور یک نشست  
 ایک اچھی رقم ہاتھ لگی مگر بعد اسکے اسکا بازار سرد نظر آنے لگا۔ ایک  
 برس پورا ہونے کو ہنوز کچھ روز باقی ہی تھے کہ آثارِ علالت اخبار کے  
 جہتہ حال سے نمودار ہوئے اور ہکواؤسکی زندگی کی طرف سے مایوسی  
 ہوئی پہلے سے اس قومی خیر خواہ کی تجہیر و تکفین کا سامان کرنا  
 ضرور تھا اسلئے ہمنے اپنے خاص حلقوں میں اسکی سخت علالت کیوجہ  
 ناقدردانی قومی مشہور کر دی اور کہہ دیا کہ یہ مرض ایسا سخت  
 اور لاعلاج ہے کہ جس سے جان برہ ہونے کی کوئی شکل نظر نہیں آتی

اور جس کی کوئی مفید دوا اب تک ڈاکٹروں نے نہیں پائی۔ پھر نو روز بروز بلکہ صبح و شام اس قومی بیمار کی جان گداز علالت کی نسبت ہمارے دہن کے پر سخن دفتر سے بولٹیں نکلنے لگا۔ قصہ کوئی جب وقت اخیر آن پہنچا نہایت آسانی سے حضرت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی اور آپ ہنستے کھیلتے ایک قوم کو رلاتے اور پٹواتے اس جہان فانی سے سدھارے۔ انکی تجہیز و تکفین کی ضروری رسوم سے فارغ ہو کر ہم بھی کوچہ صحیفہ نگاری سے دل شکستہ الگ ہو گئے مگر مطبع کے لوگ چونکہ شدت سے خود غرض اور قومی ہمدردی سے بالکل خالی تھے اسلیے قلیل مالی حساب و کتاب کے اپنی مرضی کے مطابق صاف نہونے کے سبب ناحق حرف شکایت زبان پر آگاہ بہر کیف بعض رئیسوں نے اسکا بھی فیصلہ کر دیا اور ہم ایک خوفناک قومی آرگن کے بے موقع پکڑنے کا تجربہ حاصل کر کے اپنے مشاغل قدیمہ میں مصروف ہوئے اور اب اسی قسم کی نامہ نگاری کا پٹا کچھ تیزی سے ہلانے لگے جسکا ذکر سطور بالا میں ہو چکا ہے۔ اس ذریعے سے بھی قومی استحصال بالآخر کبھی کبھی ہو جاتا تھا مگر بعض نشانہ خالی بھی پڑتا تھا۔ بعد چندے ہم بڑی دھوم دھام سے ان خیالی فوائد کو بیان کرنے اور اپنے منہ میان مٹھو نیکر انکو شہتار دینے لگے جو ہمارے اسلامی

قومی آرگن کے ذریعے سے ایک سال میں قوم کو پہنچے تھے۔ اس  
 عرصے میں جو کچھ رعایت و حمایت مسلمانوں کی گورنمنٹ کی جانب سے ہوئی  
 تھی یا رئیسوں نے ہمارے صوبے یا دوسرے صوبوں میں مسلمانوں کی تعلیمی  
 و تمدنی ترقی میں کچھ دیا یا تھا سب کو ہم اپنے اخبار کی کوشش پر محمول کرتے  
 تھے اور لوگوں کو اسکا یقین دلاتے تھے کہ جو تحم منفعیت کہ ہم نے بود یا ہی  
 اس سے بہت سے بار و درخت آئندہ پیدا ہونے والے ہیں۔ ہم کو  
 یاد نہیں آتا کہ کسی رئیس یا امیر کی تعریف ہم نے اخبار میں مفت چھاپی ہو  
 یا تو اسکی اجرت بیکیشگی لے لیتے یا مابعد میں مع سود قیمتِ مدحت  
 وصول کرتے۔ اس زمانے میں اخبار میں تعریف چھپنے کی جادو اثر  
 تاثیر کو ہم نے دریافت کیا تھا۔ جن لوگوں کی مذمت ہمارے اخبار میں  
 عروج ہوئی وہ سب اسکے مستحق تھے اور ہر شکایت و مذمت میں قومی  
 ہمدردی کا گہرا رنگ دیا جاتا تھا اسلئے انصافاً و اخلاقاً اس قومی آرگن  
 یا اسکے پکڑنے والے پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔

اس قومی طریقہ روزگار کی مزہ دار چاشنی ہماری زبان میں ایسی  
 لگی تھی کہ اسکا جھٹارا ہم محمول نہیں سکتے تھے اور اس آسانی سے روپہ  
 ملنے کی کوئی تدبیر رفاه قومی کے کاموں میں مدد دینے کے لیے ذہن میں  
 نہیں آتی تھی۔ اس پر بھی یقین تھا کہ سوا اخبار کے ابر رحمت بار کے اسلامی



ترقی کا باغ تروتازہ ہونہیں سکتا۔ مگر ہمارے نام سے کسی قومی اسلامی  
 آرگن کا اُس شہر میں کامیابی کے ساتھ جاری ہونا غیر ممکن معلوم ہوتا تھا  
 دو چار روز اس مضمون کو پہنچنے سوچا۔ فوراً یہ خیال ذہن میں آیا کہ کسی  
 دوست کے نام سے اب یہ کام کیا جائے۔ ایک ہفتے میں سب بندوبست  
 درست و چسپت کر کے ایک دوسرا اخبار کسی دوسرے مطبع سے جاری  
 کر دیا اور اس کا نام (کجکول قومی) رکھا۔ واقع میں یہ اخبار بھی خاص  
 ہمارا تھا اور اس میں بھی کل مضامین ہم ہی لکھتے تھے گویا مسئلہ تناسخ کے  
 طلسماتی اصول کے مطابق کاسہ گدائی نے کجکول قومی کی شکل میں  
 ایک دوست کے گھر میں نیا جنم لیا تھا۔ اس اخبار کو اور بھی زیادہ  
 جُز سانس انداز سے ہم چلانے لگے دو تین مہینے میں اسکے بھی سو ڈیڑھ سو  
 خریدار ہو گئے اور مختلف قومی طریقوں سے روپیہ وصول کیے گئے۔  
 تائید کے دروازے کھلتے گئے اور ہم الگ تھلک رہ کر اپنے چلیوں میں  
 اس اخبار کی بہت تعریف کرتے اور لوگوں کو اس کی خریداری کا شوق  
 دلاتے تھے۔ ہمارے خاص احباب اس کا شک تھا کہ ہم اُس میں لکھتے  
 ہیں کیونکہ وہ ہماری نرالی طرزِ تحریر سے آشنا تھے۔ یہ شک اخبار کے  
 حق میں اچھا تھا کیونکہ وہ لوگ اس کی حمایت اس نظر سے بھی کرتے تھے  
 کہ ہماری اعانت اُس اخبار کی طرف مصروف ہے۔ کسی قدر پردے کا

آٹھ پچھ اس نئے سین میں نہایت ہوشیاری سے کیا گیا کہ وصولی  
 ناجائز کا اصول وہی پرانا رہا۔ ابتدا میں ایک اتفاقی خوش قسمتی کا سامنا  
 اس جدید قومی اسلامی آرگن کے لیے یہ ہوا کہ اُسی زمانے میں ان اہل  
 کے ایک نواب صاحب ایک سونے کی چڑیا شہر سے اُٹا کھلے گئے  
 تھے اور یہ خبر تازہ دم ہم کو مل گئی۔ ہم نے اُنکے دیوان صاحب کے  
 ذریعے سے یہ بات اُنکو بتادی کہ اگر وہ بھاری ہاتھ سے پیش نہ آئیں گے  
 تو سارا حال پست کنندہ درج اخبار ہوگا اور انکی اخلاقی حالت اور نصرت  
 کی کثافت کو گورنمنٹ اور حکام کو واضح کر کے دکھا دیا جائے گا اور اسکی  
 طرف ہم ہلک کی توجہ کو غصے اور رشورش کے ساتھ منعطف کر دیں گے۔  
 دیوان جی کو ہم نے گویا ایک عمدہ موقع زرکشی کا دیا اور اُنھوں نے  
 اس مضمون کو اس انداز سے نواب صاحب کے گوش گزار کیا کہ  
 اُنکے ہوش اُٹ گئے۔ مارے خوف کے سانس ہیٹ میں نہ سمائی۔  
 خلاصہ یہ کہ ہم نقد پانسو پر معاملہ طر پایا اور دیوان جی سے اور  
 ہم سے نصف لئی و نصف لک پر معاملہ ہوا۔ اسی طرح اور بھی قوم  
 علاوہ چند کے جو براے نام بہت کم رکھا گیا تھا اکثر وصول ہو جایا  
 کرتی تھیں اور بڑے منے سے قومی ہمدردی اور صلاح کے کام  
 انجام پاتے تھے۔

افسوس اس علاج جوی قوم نے اپنے متقدمین سے بھی عمر کم پائی  
 اور اسکو بھی اخیر چل کر وہی روگ لگا جس سے کاسنہ گدائی کی جان گئی  
 تھی۔ مرض کی ابتدا سے بہت تدبیر کی گئی مگر کسی علاج سے فائدہ نہوا  
 اور عفوان ہی میں یہ نونہال باغِ اصلاح قومی موت کی ستمی ہوا کے  
 لٹے سے مرجھا گیا۔ اسکے یکایک ترقی پکڑنے اور بند ہو جانے پر بہت  
 سے بدنیتوں نے مختلف طور پر حاسدانہ رائے زنی اور نکتہ چینی کی  
 اور ہمارے نام کو اسکے ساتھ زبردستی شریک کر دیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا  
 کہ بعض مفسدون کے فقرے پر چڑھ کر ہمارے وہ دوست ہم سے بظن  
 اور رنجیدہ ہو گئے جنکے نام سے وہ اخبار جاری ہوا تھا اور اُسے اور اہل  
 مطبع سے ایک لطائف پیش ہوئی جو خدا نہ خواستہ عدالت تک جاتی  
 مگر ہمارے نیک دل احباب کے اس معاملے میں پڑنے سے فتنہ فرو ہوا  
 اور بعض رئیسوں نے کچھ تایید کی اور ہمارے دوست نے کچھ  
 اپنی گرہ سے قومی آئز اور ہمدردی کے لیے نکالا اور مطبع کا حساب  
 کتاب آخر کار بیاق کر دیا گیا۔ جو جو فوائد کہ ان دونوں قومی سلامتی  
 آرگنوں کے ذریعے سے اہل اسلام کو پہنچے ہیں اور انکے درد مندانہ  
 اور ہوشمندانہ طور پر دو برس تک بکڑے رہنے میں ہمارے کھت و  
 بازو کو جو حصہ کہ اٹھانے پڑے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ اس شے کی

آئندہ نسلوں کی تاریخ میں بڑے روشن طلائی خطوط لکھے جائیں  
آٹھواں حصہ

اخبار نویسی اور اخبار فروشی کا تجربہ بہت زیادہ مزہ دار اور  
خوشگوار نہیں ہوا مگر اس کام میں بھی ہمارا انوکھین نہیں گیا تھا۔  
اخبار کے کام کے ہر مرتبہ بگڑنے پر بھی ہمارا کام کم و بیش بننا ہر جگہ  
ہمارے دوسرے اخبار کا بھی جنازہ دھوم دھام سے بکھل لیا اور اسکی  
جبلہ رسومات مذہبی سے ہم فارغ ہو گئے ہم نے اپنی عنان ہمت کو  
دوسرے پرفضا اور پرمفعت کوچے کی طرف پھیرا اور ہندوستانی  
عہدہ داروں میں (جہاں عموماً سانی مشکل نہیں ہی) رفتہ رفتہ  
آندو شد بڑھائی۔ کہیں کسی معزز رئیس کے ساتھ چلے گئے۔ کسی سے  
کسی جلسے یا میلے ٹھیلے میں معرفت حاصل کی۔ کہیں کسی کے مذاق  
کے مطابق استعمال پزیر ہو کر کچھ اُس کے کام آئے۔ کہیں کسی طرح  
جھوٹ دباؤ ڈال کر پہنچے۔ خلاصہ کلام ایک سال میں ہماری آندو شد  
ہندوستانی حکام کے ہاں اس زور و شور سے ہونے لگی کہ اس کا  
چرچا تمام شہر میں پھیل گیا۔ ان عہدہ داروں میں بھی مختلف مذاق  
اور مختلف مزاج اور مادے کے لوگ تھے۔ جہاں جو رنگ ہم نے مناسب  
دیکھا اُسی کو اختیار کیا۔ کہیں گرمی کہیں نرمی کہیں شوخی کہیں ادب۔

عموماً یہ حکام جنہیں ہندو مسلمان سب تھے ہم کو ایک اچھا اور  
 تربیت یافتہ اور طبائع شخص جانتے تھے اور بعض اخباروں کے  
 تعلق کے سبب دل میں ہم سے ڈرتے بھی تھے۔ جبکہ حکام سپاہ  
 سے ہماری بے تکلفی اور دوستی کا قصہ اچھی طرح طشت از بام ہو گیا  
 پھر کیا تھا لاکھوں دروازے منفعت اور راحت کے یکایک کھٹکھٹ  
 یکے بعد دیگرے ہمارے سامنے خود بخود کھلنے لگے۔ اس شہر بلکہ  
 ان ضلع کے لوگوں کے اصول طینت و خصلت سے ہم چونکہ  
 بخوبی واقف تھے پہلوتا کہ تاک مختلف طرح پر مختلف عہداروں  
 کی نسبت اپنی دوستی اور ان کی کارروائی کے متعلق اپنے رسوخ  
 کے ایسے دھوان دھار مڑے چھوڑ دیے کہ جنگی روشنی دور تک  
 پہنچی اور اہل معاملہ اور اہل غرض ہماری طرف  
 چاروں طرف سے آنکھ بند اور جیب کھول کر روٹ پڑے۔ ان کا  
 رجوع ہونا تھا کہ ہم نے بھی درختِ منفعت سے میوے توڑ توڑ کر  
 فوراً دامن بھر لیا اور اسکی مطلق پروانہ کی کہ کسی کے دامن جان سے  
 دھبا بھی لگے گا یہ شہور تھا کہ ہم جملہ حکام کی ناک کے بال ہیں اور  
 بغیر ہمارے گتے ہوئے انکو کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ گویا یہ حضرات چورن کے طور پر  
 ہمارا استعمال کر کے اپنے معدہ نیکنامی کو کسی قدر صحت کی حالت پر کھٹکھٹ

تھے۔ روزانہ شام کے بعد سے دس بجے رات تک ہمارے گھر میں رہا  
 رہتا تھا ع کیے ہی رو دو دیگرے ہی آید  
 ناواقفکاروں کو ہمارے مکان پر مال زادی کے مکان کا دھوکا  
 اگر ہوتا تو بیجا نہ تھا۔ روز سہر شام یہ بھی معمول تھا کہ کسی بد نصیب مُنصف  
 یا ڈپٹی کلکٹر کے ساتھ ہوا خوری کے لیے شہر کے دلائی چکر پر یا بازار میں  
 جاتے اور اپنی رسائی کو چمکاتے۔ کس طور پر ہم ان غریبوں کو استعمال  
 کرتے تھے اُسکی خبر مطلق انکو نہ تھی اور یہ ہم کو واقعی اپنا ہوا خواہ اور  
 مُفت کا مصاحب جانتے تھے اور اگر سچ پوچھو تو واقعی تھا بھی ہی۔  
 انکی دوستی کے صدقے میں ہمارا کام بن جاتا تھا اور اس سے اُنکی  
 دیانتداری میں کوئی داغ نہیں لگتا تھا۔ کوئی بھاری شکار ہوتا تو  
 اُسکو ہم اپنے ساتھ حاکم کے مکان پر لے جاتے تھے اور باہر شکر پر  
 کھڑا کر کے یا باغ میں کسی روش پر پٹھر اگر کسی روش سے اپنا کام  
 کرتے تھے۔ نوٹوں کے حب میں لے جانے اور لے آنے میں بڑی آسانی  
 تھی۔ ایک وقتِ معین تک اُس بد نصیب کو منظر کھکرم نکل آتے  
 تھے اور مصنوعی لباشت کی ادا سے اُسکو نصرت کی بشارت دیتے  
 تھے۔ دو ایک محلے میں غلطی بھی ہوئی اور اُسکے بعد سے ہم نے یہ طریقہ  
 اختیار کیا کہ دونوں جانب سے الگ الگ لے لیا یا جمع کروالیا اور

جس طرف کامیابی ہوئی اُدھر سے لے لیا اور دوسری طرف کا واپس کر دیا۔ دو ایک منصف ایک آفہ صدر اعلیٰ اور بعض ڈپٹی ہماری دوستی کی بدولت اُس شہر سے قلیل زمانے میں بدل بھی دیے گئے ایک ایک دن کی سیر اور ایک ایک شب کی بے اعتدالی کی بدولت ہم نے ہزاروں ہی کمائے۔ پھر تو اس آرام و عیش سے بسر ہو گئی کہ لوگ ہماری حالت پر حیرت کرتے تھے۔ روز دو پہر رات کے بعد ہمارا غریب خانے پر دو چار احباب خاص جمع ہو کر خوب گل جھڑے اڑایا کرتے تھے۔ اور دن عید رات شب برات کی طرح بسر ہوتی تھی۔ میونسپلٹی کے معاملات میں بھی ہم کچھ کام بنالیا کرتے تھے کیونکہ بعض حکام کا اس سے بھی تعلق تھا اسکے سوا سارے کمشنر ہمارا لوہا مانتے تھے۔ انہیں ایک نہایت ہی شور پُشت اور کُرش ڈپٹی تھا۔ اسکے ہاں بھی ہم دو چار مرتبہ گئے مگر قبل اسکے کہ ہمارا جسم کرسی پر بخوبی جھے اُس نے اس زہر آلود اور غضب باریتور سے ہماری طرف دیکھا اور اپنی اداؤں سے اس درجے میں شک اور غصے کا اظہار کیا کہ ہماری ہمت بڑ مردہ ہو گئی اور ہم جلدی دہان سے کھسکے۔ یہ شخص گو بڑا سرکش اور جابر تھا مگر اس تجربہ کاری کی داد ہم بھی دیتے ہیں یہکو حیرت ہو کہ یہ کیونکر فقط قیافے سے یہکو ہتھوڑا تول سکتا تھا کہ دو چار مرتبہ

کے بعد پھر ہم نے کبھی اسکے گھر جانے کی ہمت اور خواہش نہ کی اور ہمیشہ قور  
عہدہ دار و نکو اُس سے بدظن کرتے رہے۔

بد معاشوں اور کسبیوں کے ہاں سے تو ہمارے لیے ایک رقم  
معیّن مقرر تھی کہ وہ ہر بربتیو ہار میں بے تکلف مل جایا کرتی تھی۔ فقط  
بیجا رسائی کا ٹکس تھا۔ ہمیں کوئی خرابی نہیں تھی کیونکہ ہم نہ کسی حاکم سے  
سفارش کرتے تھے اور نہ کسی کو کچھ دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص گھر چڑھکر  
ہم کو کچھ دیجائے اور یہ سمجھے کہ ہمیں اُس کا فائدہ ہے تو ہمارا قصور کیا ہے۔  
سیکڑوں کے کام بھی ہمارے ذریعے سے ہوئے۔ بیسیوں شرفا کی  
عزت بھی بچی۔ پھر اگر اسمیں ہمارا بھی کچھ کام بنا تو اعتراض کی کونسی  
جگہ ہے۔ مگر تاہم بد نیت لوگوں نے رفتہ رفتہ نیش زنی کر کے دو ایک  
عہدہ دار اُن کو ہمارے پنجنے سے زبردستی اُڑا دیئے۔ اس سے ہمارا  
نقصان ہوا کیونکہ ہم اُن کے بہت طرح کے خفیہ کام کیا کرتے تھے اور اُن کے  
گھر کے ہر رکن کے ساتھ ہمارا ایک خاص تعلق اور خاص برتاؤ تھا۔ چنانچہ  
ہم کو ایک بالشت جگہ ملی تھی وہاں پہننے خوب اچھی طرح فراغت سے  
ٹانگین پھیلا دی تھیں۔ یہ لوگ اپنی نسبت عام لوگوں کی راستے بھی  
دریافت کرتے تھے۔ جس پہلو سے اُن کو اپنے مطلب کا بنانا ہوا اُنسی کے  
مطابق نہایت برجستہ مسودہ کا نٹھ کر اسے دے دی۔ کسی کی



نسبت کسی اخبار میں دوچار سطرین تعریف کی لکھ دیں۔ وہ اسپر بھول گیا۔ کسی کی شکایت چھاپ کر اسکو ڈرا دیا۔ بعض کے مذہبی خیالات کی بھی تائید کرتے تھے اور ہر جگہ ہم رکابیہ طریقے کو برستے تھے۔

روزانہ عمدہ غذا۔ عمدہ سامان۔ نفیس حقہ۔ ہوا خوری کے لیے پتر کھٹ سوار ی نہ کام چند سال تک بڑی دھوم دھام سے چلا۔ آخر رشک و حسد کا دریا جوش میں آیا اور ہماری کامیابی کا جہا طوفانی ہوا۔ ایک آدمہ معاملے میں جو ہم نے نہنگ بے حلق کی طرح اس قدر کھالیا جسکے ہضم کی قدرت نہ تھی تو فساد واقع ہوا اور معاملہ پولیس تک پہنچنے سے ہم نہایت مصیبت میں گرفتار ہوئے۔

ہزار خرابی ہم جیل کے دروازے سے لوٹے اور ایک بہت بڑا حصہ ہماری کمائی کا اخراجات ناجائز میں گل گیا۔ جو کچھ قلیل کہ ہمارے پتے رہ گیا تھا اسکو لیکر ہم الگ ہوئے اور حکمت عملی اور طریقہ روزگار کے بدلنے کی ضرورت پھر نظر آئی \*

## نوان حصہ

حکام ہندوستانی کے عمدہ اور بیدار مغزانہ استعمال سے ہم کو ایک طرحی غیر متقل مرفہ احوالی ہو گئی تھی۔ اُس میں جبکہ فرق آیا اور جائز اور ناجائز ضرورتوں اور پُر آفت عادتوں نے جبکہ

زور سے رکھ کر اپنے شکنجے میں کٹا اسوقت فراطر اضطراب  
 و نا اُمیدی کے عالم میں ہمارا خیال تردد مالا مال قلابازی کھا کر  
 پیری و مُردی کے زریزہ اور زرخیز دریا کے کنارے جا پڑا اور  
 ہماری اُمید کی غرقاب کشتی ناکامی اور مایوسی کے گرداب سے  
 کسی قدر ابھری۔ اس خیالی نطفہ حرام کے بلا قصد و خواہش غیر  
 فطری طور سے دل کے رحم میں حجاب نے اور بلا ترشہ قبیحہ و مانع میں  
 مداخلت پیدا کر کے گھس آنے کو ہمنے نیک فال تصور کیا اور اس  
 ترکیب زر کشی کی تفصیلات کو سوچنے لگے۔ آنکھ کا بند کرنا اور  
 معلومات کے دروازوں کا کھلنا تھا کہ ہنسے اپنے ہم مذہب اور ہم مذاق ہادیان  
 طریقت و واعظان ملت کو مغربی اور جنوبی بنگالے کی رو پہلی  
 سنہری اور لب ریز جھیلوں میں سُرخ رو سُرخاب ہدایت کی طرح  
 ادھر ادھر بڑی خوشحالی اور طائرانہ آزادی سے چرتے چمکتے پھرتے  
 تیرتے دیکھا اور انکی غیر معمولی مچرّب اور چمکی ہوئی حالت دیکھ کر  
 ہمارے منہ میں پانی بھر آیا۔ ہماری خواہش زور سے اس طرف  
 مصروف ہوئی کہ ہم باوجود بچے غیر مقلد ہونیکے اس آسان اور  
 معضرت نشان اور عاقبت محمود اور حلوائے بے دود طریقہ زر کشی  
 میں انکی پوری پوری تقلید کریں۔ ہم میں بارے کون سا پر سُرخاب

لگا تھا کہ تبدیل حالت میں کسی قسم کا عذر اور تامل ہوتا ضرور ہے کہ  
 مطابق اور زمانے کی مناسبت سے ہر انسان کی حالت کا بدلنا  
 ایک ایسا ضروری امر ہے کہ جس سے ہر تجربہ کار شخص واقف ہو۔  
 اس کارِ خیر کے لیے سیکڑوں طرح کے سامان ہزاروں قسم کے  
 تجربے اور لاکھوں بیش بہا اور نادر معلومات کے گنجینے آگے  
 سے ہمارے پاس موجود تھے اور اس کام کو ایک دوسرے فرخندہ  
 فرجام پر ایسے مین ہمنے ابتداء میں کیا بھی تھا گو تجربہ اسکا چنداں  
 لذت اور شیرین نہیں ہوا تھا۔ ہمنے اپنے قصد کو مصمم کر کے اپنے  
 پیری مریڈی ٹور (دورے) کا سامان درست کرنا شروع کیا۔  
 سب سے پہلے ہمنے اپنی ریش کو پوری بے انتظامی اور غیر  
 مسلسل انداز سے حرام زادے کی رستی کی طرح بڑھنے کی اجازت دی  
 اور اسپر حنا سے خاص سُرخابی رنگ کی پالش کی۔ سر کو بڑی  
 شدت اور اہتمام سے ایسا گھٹوایا کہ اس مدور چیز پر اکثر بزرگواروں  
 سمندر کی بڑی کوڑی کا دھوکا ہوا۔ اسکی نورانی چمک پر شکل سے  
 نگاہ جمتی تھی۔ مونچھ گویا بالکل صفا چٹ کر دی۔ بہت غور سے  
 دیکھنے سے ایک غیر محسوس خوشنما باریک خطِ سرخ اوپر کے  
 لب پر معلوم ہوتا تھا۔ لبنی لبنی آستینوں کے بہت گھیر دار

گھنڈھی دار کرتے اور مردگی ناچست شرعی گھٹنے بھی بنواڈالے۔  
 کشیدے کی پُرانی دھرائی پکڑی کیتے کی رنگین ناسدانی چھینٹ کا  
 دو گزار و مال اور دلی وال ناگورا بھی خرید لیا۔ فقہ و حدیث کی ضروری  
 اردو کتابیں بھی جسطرح ممکن ہوا فراہم کر لیں۔ اپنے کتب خانہ  
 دینی کی عظمت کے بڑھانے اور اُس سے غریب مسلمانوں اور  
 جاہل و اعظفوں کو دبانے اور ڈرانے کی نیت سے ڈیلی انگریزی  
 اخبارات (انگلشین ڈیلی نیوز اسٹیشنرین وغیرہ) کے جتنے قابل  
 میسٹر آسکے انکی نہایت نفیس ہندوستانی دینی کتاب ناموٹی  
 موٹی جلدیں بنواڈالیں۔ اور ان تمام اصلی اور مصنوعی کتابوں  
 کے لیے بیش قیمت کھاروے کے جزدان بنائے تاکہ وہ ہمارے  
 اور ہماری کتابوں کے عیوب کو چھپائیں اور معرکہ شکم پوری  
 میں کام آئیں۔ دو مہن ایسے نوجوان طالب العلون کا بند و بست  
 بھی کر لیا کہ جنہیں عقیدت مند اور استعمال پریر مرید بننے کا مادہ تھا  
 اور جسے اُمید کی جاتی تھی کہ چند دنوں کی تربیت سے ہمارے کام میں  
 پوری مدد و تسکین گے اور آئندہ ہمارے قوت بازو بنیں گے لہٰذا  
 منتخب کرنے میں بعض مصالح سے علاوہ اور صفوں کے حسن صورت  
 کی بھی کسی قدر رعایت کی گئی تھی۔

قلیل ہی عرصے میں اس سفر نصرت اثر کے سارے ساز و سامان  
 سے درست ہو کر ہم اپنے کم سن خوش رو اور خوش اطوار چلیوں کے ساتھ  
 پورب کی ریل میں بیٹھ کر اس مشہور شکار گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔  
 ریل پر سفر کرتے ہوئے خیریت اور آرام سے مقام گوالندین صبح کو  
 نماز فجر کے وقت پہنچے اور وہاں ایک بڑی سی ہنسوں کی گریہ کر کے  
 ضلع نصیر آباد کے بعض زرخیز مشہور پیر پرست دیہاتوں کی  
 طرف روانہ ہو گئے۔ کشتی کا سفر مشرقی بنگالے میں واقعی نہایت  
 پر لطف اور صحت پرور ہی۔ دو روز کے سفر کے بعد ہمارے گون کی  
 کشتی موضع جعفر پور کے قریب پہنچی اور جبکہ وہ موضع قریب ایک  
 میل کے رہا اس وقت حسب الہدایہ کشتی کے اندر کی صدر کی  
 جانب ایک نیلگون سوزنی بچھا دی گئی اور اسی پر ایک بڑا سا  
 گاؤں لکھیا رکھا گیا۔ چپ و راست اس تکیے کے کتابوں کو اس  
 انداز سے لگا اور سجایا گیا کہ کشتی کی چھت تک کتابوں کی دیواریں  
 بن گئی۔ سامنے ایک آگالہ ان پان کا بٹاٹا سدا بنی اور ایک  
 قلمدان قرینے سے رکھا گیا۔ بعد اسکے ہم اپنے ساز و یراق سے  
 درست و چست ہو کر اور اپنی اوجہ منی پگڑی سر پر رکھ کر تکیے  
 سے لگ کر دوڑاؤ ہو بیٹھے اور ایک بڑی سی فلمی عربی کتاب

کھول کر سامنے رکھ لی۔ ہمارے شاگرد سامنے فرش پر کنارے  
 ہٹ کر بیٹھے۔ کشتی کے گھاٹ پر لگتے تک یہ سب مان دہست گیا تھا  
 ہماری آمد آمد کی خبر ان اطراف میں پہلے سے مشہور تھی  
 اور ہماری نسبت احباب کے خطوط کے ذریعے سے وہاں کے  
 اہل اسلام نے اچھی رائے قائم کی تھی۔ اُس موضع میں حنفی لوگوں کی  
 تعداد کم تھی اور زیادہ حصہ لوگ عامل بالحدیث الموسوم بہ برفع  
 یدینی تھے۔ کشتی کا لگنا تھا کہ اُس بستی کے چند ممتاز شخص کہ جنکو عظمیٰ  
 اور عالمون سے ملنے جُلنے کا تجربہ تھا ہماری کشتی پر آئے اور نہایت  
 گرامر می سے اسلام علیکم کہہ کر بڑی ہمدردی اور سچے اسلامی تپاک  
 سے ہمسے ملے۔ معمولی مزاج پُرسی وغیرہ کے بعد ان سیدھے اور  
 اللہ والے حضرات نے ہمارے وہاں جانے کی نسبت اپنی غایت  
 درجہ کی مسرت ظاہر کی اور بستی کی مسجد میں جمعے کے روز وعظ کی  
 دعوت کی۔ ہم نے نہایت خندہ پیشانی اور شکرگزاری کے ساتھ  
 اس دعوت سراپا رحمت کو قبول کیا اور اپنی پوری خواہش  
 اور کوشش مسلمانوں کی ہدایت کی نسبت مختصر لفظوں میں  
 ظاہر کی۔ جب تک وہ لوگ کشتی پر بیٹھے رہے ہمارے سامانِ  
 عظمت نشان کی طرف انکی نگاہیں مضطربانہ جاتی اور حُسنِ عقیدت

کے گہرے رنگ میں ڈوب کر واپس آتی تھیں۔ ہم اس  
 کامیابی پر باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتے جاتے تھے۔ خلاصہ  
 یہ کہ قبل رخصت ہونے کے اُن لوگوں پر ہماری عظمت کا بہت  
 بڑا پرتو پڑ چکا تھا اور انھوں نے اسکو دیکھ لیا تھا کہ اس ٹھاٹ  
 سے کوئی داعظ اُدھر نہیں گیا تھا۔ جبکہ اُن صاحبوں نے ہمارا نام  
 پوچھا تو ہم نے ابتدا میں حاجی حافظ قاری کا لفظ لگا کر اُن سے نام کہا۔  
 مولانا تو وہ جانتے ہی تھے۔ اُنکا کشتی سے اترنا تھا کہ ایک شب  
 روز میں ہمارے خیر مقدم کا غل تمام اطراف و اکناف میں بچ گیا اور  
 ہماری تعریف آتش صحرائی کی طرح بستی بستی پھیل گئی۔ دوسرے روز  
 سے پھر توبہ دہشت کے پیاسوں کا تار بندھ گیا اور جوق جوق مسلمان  
 کاشٹکار اور شہدار اور اہل پیشہ ہماری کشتی پر مختلف قسم کی جاندا  
 اور بچیاں نذرین لے لے کر ہجوم لانے لگے۔ ہر شخص کی عقیدت کا  
 جوش ایک دوسرے سے زیادہ معلوم ہوتا تھا۔ تمام دین کشتی پر  
 ایک خاصے متوسط درجے کے دربار کی کیفیت رہتی تھی اور زندان  
 کی چیزوں کے لینے اُنکے حفاظت سے رکھنے اور ہر ایک آدمی کا شکر  
 ادا کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ ہر دم مصافحے کی دھوم تھی۔ دو گھنٹہ  
 میں سیکڑوں آدمیوں سے ہاتھ ملانا پڑتا تھا۔ مختلف مسئلوں سے

سوالاات ہوتے تھے اور بیسیوں شکوک مسئلوں کے متعلق ہم سے  
 رفع کیے جاتے تھے۔ پہلے پہل ان لوگوں کی زبان سمجھنے میں  
 ہم کو کسی قدر دقت ہوئی مگر پھر قلیل ہی عرصے میں ہم اُنکے لہجے  
 اور محاورات و لُغات سے بخوبی واقف ہو گئے اور کبھی کبھی حسبِ  
 ضرورت ہمارے شاگردوں میں سے بعض صاحبِ مترجمین کا کام  
 بھی کرتے تھے۔ چار روز کے اندر اس قدر کثرتِ تحائف اور  
 نذر کی چیزوں کی ہوئی کہ انکو برباد نہ ہونے دینے کی معقول تدبیر سوچنی  
 پڑی کیونکہ ایسی نفیس اور مفید چیزوں کو برباد ہونے دینا عقل کے  
 بالکل خلاف تھا۔ پہلے سے یہ امر بھی دریافت کر لیا تھا کہ اس  
 بستی میں یا اُسکے آس پاس کوئی مخالف فرقے کا داعض یا مولوی  
 تو نہیں ہے اور اُسکے دریافت ہونے سے کہ اُسوقت مطلع بالکل  
 صاف تھا ہم کسی قدر دل میں خوش ہوئے کیونکہ اُس میدانِ  
 ہدایت میں کسی حریف کے آجانے سے مقابلے کی واسطے طیار  
 ہو جانا ضرور تھا۔

جمعے کے روزہ بجے صبح سے اطراف و اکناف سے اُس بستی میں  
 لوگوں کا ہجوم ہونے لگا اور دُش بجے بجے سیکڑ و کشتیوں کا میلہ دریا میں  
 لگ گیا۔ سادے اور سیدھے مسلمان لباس صاف پہن پہن کر مسیحی



جا رہے تھے اور نور ایمان اُنکے چہروں سے عیاں تھا۔ ہم نے دس گیارہ  
 بجے حجامت اور غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے کپڑے بدلے اور  
 وعظ کے مضامین کے نوٹ کو غور سے ایک بار مطالعہ کیا کیونکہ قبل اسکے  
 ایک خاص رنگ میں اس خاص طریقے سے وعظ کرنے کا تجربہ نہیں تھا  
 مگر چونکہ بڑے بڑے واعظوں کا وعظ بارہا سنا تھا اور گوشہ نشین وہ اثر  
 دار د کے اصول پر اُسے فائدہ بھی اٹھایا تھا اسیلئے مضامین  
 وعظ کے خیال میں گانٹھنے اور سمیٹنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ نماز  
 کے وقت کے کسی قدر قبل چند دین دار مسلمان ہماری پیشوائی کے لیے  
 کشتی پر آئے اور ہم یہاں سے اپنے چیلوں اور معتقدوں کو ساتھ لیکر  
 خرامان خرامان حرارت مذہبی کے جوش میں نیم رقصان جانبِ سجدہ روا  
 ہوئے۔ ہمارا منہ بان سے شکار مارے ہوئے شیر کی طرح سُرخ تھا۔ اہل  
 ملائک کو قوت اور تازگی مزاج کے خیال سے ہم نے کسی قدر زیادہ اہتمام  
 کیا تھا۔ لب سے دود و اونچ نیچے تک پان کا سُرخ غلیظ عرق بھرا تھا  
 جسکے پونچھنے کی بار بار ہکھو ضرورت ہوتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ایک مختصر  
 براتیوں کی جماعت کے ساتھ ہم بڑی دیندارانہ شان و شوکت سے  
 مسجد میں داخل ہوئے اور نماز اور خطبہ ایک ایسی خاص قسم کی قرأت  
 سے ہم نے پڑھا کہ جگہ عام اثر بہت دل ربا اور دل چسپ تھا۔ یہ قرات

کسی خاص اصول و قواعدِ قرارت سے وابستہ نہونے کے سبب تکلفات  
بے حاصل سے بالکل بے بری تھی۔ ہر لفظ کو ہم بہت زور سے مسل کر حلق  
سے زبان تک لاتے اور پھر اون دہن میں اُسکو دستِ زبان سے خوب  
جو کو ب کر کے منتشر طور پر چھڑے کے مثل مُنہ سے نکال دیتے تھے۔ اس  
حلقی جنباشک کی تعبیر جہلا لحنِ بصری و کوفی سے کر کے داد دینے کی  
نظر سے یہ کہتے تھے کہ ایسی نئی وضع کی خاص عربی قرارت اُنھوں نے  
کبھی نہیں سنی تھی۔ نماز و روزہ سے فارغ ہو کر ہم نے رصد گاہِ ہدایت سے  
اپنی دور بین نظر سے حاضرینِ مسجد کی طرف دیکھا اور غور سے معلوم کیا کہ  
کوئی خوفناک آدمی اُنہیں نہیں ہے۔ بعد اسکے ہم نے بڑی دھوم دھام سے  
ہنگامہ آرا پیر ایسے میں دغلا شروع کر دیا۔ دغلا کے مضامین تو حسبِ معمول  
بہت ہی کم تھے مگر گھنٹے بھر تک اقل مرتبہ غل مچانے اور بیہودہ بکنے کا  
معالجہ ہمارے پاس جمع تھا۔ تقلید کی مذمت اور اجتہاد کے استحسان  
اور فوائد سے ہم نے پہلے گفتگو شروع کی اور تھوڑی دیر تک اُن معمولی  
دلائل و براہین کو رشتے رہے کہ جسے ہر وہابی و اعط واقف ہے۔ بعد اسکے  
ہم نے نہایت تیزی اور شور و پستی کے ساتھ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ  
و دیگر بزرگانِ دین اُنکے مقلدِ جملہ نامی و گرامی علماءِ مشرقی بنگالے کے کل حنفی مذاہب  
و اعطین و علماء اور ہندوستان کے تمام حنفی مذاہب علم الثبوت اور عالی مرتبہ

علما کی توہین اور ہجو اور تضحیک مختلف شرارت کے پیرایوں میں کئے  
 اُنکے خاگلی خصائل اور معاملات اور ذاتی امور پر خوب خوب چوٹیں کہیں  
 اور اُن جہلا کے نزدیک کہ جنکے ایمان والے دلوں کو ہمارے مقدسین نے  
 ایسے ہدایت آمیز اور اخلاق سرشت مضامین کے سننے کے لیے برسوں  
 سے طیار کر رکھا تھا ان حضرات کو خوب حقیر اور مخرب دین ثابت کیا۔ ان  
 ضروری اور ایمان آفرین اور مغفرت قرین مسائل کے بیان سے فراغت  
 حاصل کر کے ہم نے مہمان نوازی کے محامد اور اجر کو بڑے بے باغی اور پراثر  
 طور سے بیان کیا اور پورب بنگالے کے کاشتکاروں کا ہسٹن انگریز  
 میں عربوں سے مقابلہ کر کے سارے ہندوستان کے مسلمانوں پر اس  
 خصوص اور نیز دینداری اور اتقا میں ترجیح دی اور اخیر میں نہایت  
 رقت انگیز اور دقت خیز طریقے سے گریہ دزاری کے ساتھ و غط کو دعا پر  
 ختم کیا۔ اس گریہ دزاری میں پانچ چھ سو آدمیوں کی آواز پر ہمارے  
 شاگردوں کی آواز غالب آتی تھی اور اسکے سننے سے ہمارا دل مار کے  
 خوشی کے اُچھل اُچھل پڑتا تھا۔ اس پہلے و غط کی کامیابی بعناایت  
 ایزدی نہایت حسب خواہ ہوئی اور اس نے ہماری ہمت اور امید کو  
 بہت بڑھایا۔ اس و غط کے بعد اُسی جلعے میں سو آدمی کے قریب  
 صدقِ دل سے ہمارے مرید ہوئے اور حسب دستور قدیم ایک سو پچیس

پر ہڈ کے حساب سے نذرین گزرائیں جبکہ ہم نے فقط کن انکھیوں سے  
دیکھا اور ہمارے چیلوں نے اٹھالیا۔ اُسی مجلس میں اور دس  
پانچ مواضعات میں ہماری دعوت ہوئی اور زارِ راہ کے لیے  
ایک اچھی رقم سے ہماری تواضع کی گئی +

بعد اسکے اُس بستی سے ہلوگوں کا بجرہ کھلا اور موضع نیٹھا  
کی جانب اور بستیوں سے ہوتا ہوا روانہ ہوا۔ وعظ کا مسودہ  
سابق الذکر برقرار قائم رہا۔ صرف ہر وعظ میں ایک نئی بحث ابتدائے  
چھیڑ و بجائی تھی اور کبھی کبھی موقع دیکھ کر بعض مضامین مفید بھی بیان  
کر دیے جاتے تھے اب جن جن مواضعات سے ہمارا مختصر بجرہ گزرتا  
اس کثرت سے کھانے پینے کی ہر قسم کی چیزیں آئیں کہ جبکا پھینکنا  
بھی مشکل تھا کھانا تو درکنار۔ دو ہی مہینے میں ہلوگوں کا رنگ روپ  
بدل گیا اور کپڑے تنگ ہونے لگے۔ وہ تو خیریت تھی کہ شرعی  
لباس تھا اس سے کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ مرغون کی کاکون  
کی کشتی کی چھت پر بعض وقت ایسی کثرت ہو جاتی تھی کہ اکثر اوقات  
صاف معلوم ہوتا تھا کہ ہلوگ اسکول بالا سے سر روان ہیں یا  
کشتی کی چھت پر ہماری ہدایتوں کی اثر افشانی سے ہماری مجلس  
وعظ کی نقل ہو رہی ہے۔ ہاٹون اور بازاروں میں ہمارے حسبِ ایما

ہمارے چیلے ہر قسم کی نذر کی چیزوں کو موقع موقع سے فروخت کر کے نقدی کر لیا کرتے تھے۔ اکثر بستیوں میں شکرہ پالنے کے مشہور قاعدے سے ہم بچا سون آدمیوں کی دعوت اپنی سخاوت و خوش اخلاقی کی شہرت کے لیے کر دیا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ہملوگوں کو مریدوں اور معتقدوں کی سرکار سے ایسی عمدہ اور جان پرور بخوراک روزانہ ملتی تھی کہ شاید ہی ہمارا ج کھڈے رائے کے عہدِ کشی مہمدین الیّا اور رمزی کو ایسی مقوی اور مفید خوراک ملتی ہو۔ واقعی یہ ہے کہ جو اہتمام فضل الہی سے دینی دورے میں ہملوگوں کے کھانے پینے کا دیندار اور خوش عقیدہ مسلمانوں کی طرف سے ہوتا تھا یہ سامانِ خلوص و ارادت نشانِ مہانداری شاید کسی وایسراے اور نواب کو بھی ہندوستان میں حاصل نہیں اور نہ ہو سکتا ہی۔

انیٹھیا کے شکار گاہ میں ایک پُرانا اور باران دیدہ اور خوشخوار بن بلاؤ ایک عالم کی کھال میں نہایت افسردہ حال میں رہتا تھا۔ اُسکو جو ہماری متواتر کامیابیوں اور غیر معمولی شہرت اور منفعت کی خبر ملی وہ اپنے دارالسلطنت میں ہمارے آنے کی خبر سنکر غرغرش کرنے لگا اور اُسکی غرغرش کی

شورش کے اثر سے حنفیوں نے وہاں کے دہائیوں سے کہا تھا اگر کچھ غیرت اور بہمت ہو تو اپنے مولانا کو ہمارے مولانا سے بحث میں بھر دو اسوقت انکی قلعی گھلجائے گی۔ اسکے ساتھ ہماری شان میں بھی اُن الفاظِ سخت کا استعمال کیا۔ غرضکہ معمول کے مطابق باتوں ہی باتوں میں بات بڑھ گئی اور ہم نے دیکھا کہ بغیر مقابلہ کیے ہوئے آبرو بچنے کی کوئی شکل نہیں ہے۔ المختصر دو چار روز کی گفت و شنود میں چودھری قطب الدین صاحب کی مسجد میں پالی ٹھہر گئی اور جانبین سے طیاریاں ہونے لگیں۔ ایک روز مبارک کے لیے ٹھہرا اور ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہوا۔ ایسی کثرت تھی کہ مسجد اور صحن مسجد میں جگہ نہ پا کر اکثر دیندار جو شرمندہ بیابان درختوں اور آس پاس کی دیواروں پر چڑھ چڑھ گئے۔ پولیس نے بھی خدا جانے کس شخص کے کہنے سے مسجد کے قریب آنکر پراجا دیا تھا اور بعض مسلمان عمدہ دار اردلی کے ساتھ صحن مسجد میں مصروف انتظام تھے۔ پہلے ہم نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کے ذریعے سے اُس بیٹہ بیدینی کے بن بلاؤ کو موعظ کرنے اور لوگوں پر اپنا رعب جانے کے لیے اپنی اصلی اور مصنوعی دینی کتابوں کو ایک اہتمام سے جلوس کی آرائش کی جو کیوں کے

طور پر شاگردوں اور مریدوں کے سردار پر رکھ کر بھجوا یا پھر ہم مسجد میں گئے  
 اور وہاں صاف صاف جنگی سامان دیکھ کر ہم اپنے دل میں گھبرائے  
 اور یہ مصرع زبان پر لائے ع

کہ عشق آسان نمود اقل دے اُفتاد مشکلم

مسجد کے قُرب وجواریں دین داروں کے سوا بعض بعض جگہ  
 کچھ گھار کے لوگ بھی ساز و سامان سے آراستہ پائے گئے اور  
 مختلف طرح کے لٹھ وغیرہ سے مسلح نظر آئے۔

ہماری کتابوں کے جلوس کا عوام پر کسی قدر اچھا اور دیر پا اثر  
 ہوا تھا مگر مسجد میں جا کر جو حریف مقابل کوہنہ دیکھا تو وہ حقا کہ  
 قہقہہ سے ہماری کتابوں کے ٹیلے کی طرف دیکھتا نظر آیا اور یہ کہتا تھا  
 علم در سائنہ نہ در سفینہ۔ بحث کے قبل معمولی مزاج پر مبنی غیروہی  
 اور دھاندریں ہیں سے دونوں فرقوں کے جو لوگ ممتاز اور انصاف  
 پسند تھے ہلوگوں کے قریب آ بیٹھے مسئلے پر گفتگو چھڑی۔ دونوں  
 جانب سے معمولی دار ہونے لگے۔ دو چار جواب و سوال کے بعد  
 ہنسنے دیکھا کہ ہمارا حریف گویا ہری وجاہت اور بیہودہ سرائی میں  
 ہمسے کم ہی مگر اسکی ہمتداد ہم سے بہت زیادہ ہے۔ اب اسکی چوین  
 زور زور سے پڑنے لگین اور گوہم چاہتے تھے کہ اسکو علمی مضامین سے

ہٹا کر اور مغالطہ دیکر معمولی باتوں میں لگائیں مگر وہ اونٹ کی سی  
پکڑ کرنے لگا۔ ہم نے جھٹ موقع پا کر اُسکی تقریر پر اعتراض کر دیا  
کیونکہ اُسکی تقریر بنگالی معمولی عالموں کی سی تھی۔ اسپر کچھ رد و  
بدل ہونے کے بعد ہم نے دیکھا کہ اُسکے ہاتھ سے مفروضہ حال ہی اور  
اُسکے مُردوں نے اُسکے غلبے کو دیکھ کر مرغ بے ہنگام کی طرح زبان  
بنگلہ میں یہ غل کر دیا (ہریادیلو) یعنی ہر ادا ہر ادا ہوا۔ اسپر  
ہم کو مصنوعی غصہ آیا اور اپنے متقدمین کے قدم بہ قدم چل کر بزرگان  
دین کی شان میں الفاظِ ناملائم کا استعمال دھڑلے سے شروع  
کر دیا۔ اسکا ہونا تھا کہ ایک ہنگامہ محشر برپا ہوا اور صحنِ مسجد  
صاف میدانِ کارزار بن گیا۔ دونوں طرف سے لوگوں میں  
خوب جوتی پزار کی ٹھہری اور لکڑی بھی چلی اور بعض لوگوں کی  
جہالت و حماقت سے اُس بلوے میں ہم کو کسی قدر زیادہ صدمہ  
پہنچا۔ پولیس کے لوگ بھی آن پڑے اور جو انکے ہاتھ لگا اُسکو  
گرفتار کر لے گئے اور باقی لوگ مفروضہ ہو گئے۔ اب تو وہ مثل  
صاف صادق آئی کہ گئے تھے نماز بخشوانے روزے گلے پڑے  
بحث کی داد کے عوض پولیس کی طرف سے بے داد ہونے  
لگی اور سنگین ضمانت پر ہلوگ چھوٹے۔ انسپکٹر پولیس نے



یہ خوشخبری بھی اسی وقت دے دی کہ اسکے بعد سے ہم کو تمام سفر میں  
 بچلے اور فعل ضامنی کی زنجیروں میں جکڑا رہا اپنے پیرو عیش و پیش  
 دین کی روشنی مشرقی بنگالے میں پھیلائی ہوگی اور ہمارے مقتدین کو بھی  
 یہ عزت قبل ہمارے بارہا حاصل ہو چکی تھی۔ اسی لڑائیوں اور جھگڑوں کی  
 تعبیر ہم جہادِ اصغر سے کرتے تھے اور اسکا صلہ عاقبت میں بے انتہا بتاتے  
 خلاصہ یہ کہ اس علمی بابی سے ہم بمشکل عوام کی آنکھوں میں اپنی  
 استعدادی آبرو کو بچا کر لے بھاگے اور لوگوں نے خیال کیا کہ جھگڑے  
 کی وجہ سے بحث نامتام رہی۔ یہ جھگڑے تو گویا ہماری سپر تھے۔ اور  
 انکی دعوت ہم خود اپنی حفاظتِ آبرو اور اخلاصِ حال کے لیے کیا کر  
 تھے۔ و غلط کے اس خوش آئند اور عقل افروز تجربے سے یہ بھی معلوم ہوا  
 کہ بنگالہ مشرقی میں ہمارے مقتدین نے کن کن مشکلوں اور کتنی جانفشانیوں  
 سے دینداری پھیلائی تھی اور وہاں کی بحث کیسے کیسے لوہے کے پختے ہیں  
 یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی علمی پالیوں کا ایک جزو لاینفک بلو اور پوس  
 بھی ہے اور بغیر عمدہ دارانِ فوج داری کی دید بانی کے حفاظت ممکن  
 نہیں ہے۔ اس علمی بابی میں جو کچھ ہمارے قوائے دماغی وغیرہ کو صدمہ  
 پہنچا تھا اسکی مرقت کے بعد پھر ہم دوسرے نئے شکاروں کی تلاش  
 میں نکار گاہوں کی طرف روانہ ہوئے۔

روزانہ نہایت مجرب معقوی اور مرغین غذا کرتے کرتے اور جھونا اور  
 پڑے کی جان پر در اور صحت سرشت ہوا کھاتے کھاتے بلا مبالغہ  
 ہماری اور ہمارے ہمراہیوں کی قطع دانہ خوری کے اُن بکروں کی  
 ہو گئی تھی جبکی پرورش و لیسن ہوٹل کے منتظمین اپنے باغون میں  
 حوالی کلکتہ میں کرتے ہیں اور جبکہ پُر لذت اور لطیف گوشت کے  
 لالچ نے مسیون محتاط اور بڈے مسلمانوں کے دلوں سے حلال  
 و حرام کی تمیز اٹھا دی ہے۔ ظاہری طیاری وغیرہ سے تو ہم بہت خوش تھے  
 مگر چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ غذاے لطیف کے کھانے اور قریب  
 سال بھرتک انگوٹ بند رہنے نے تمام جسم کی ہڈیوں کے اندر ایک  
 عجب طرح کی فطرتی آگ پھونک دی تھی جس سے ہمارے دل و دماغ  
 میں ایک تیز اور روح فرسا حرارت ہوتی تھی۔ اس سے ہمارے  
 دماغی مشاغل میں بہت نقصان ہونے لگا۔ ہماری بصارت میں  
 بھی کچھ فرق معلوم ہوتا تھا۔ یہ خدا نخواستہ کوئی بیماری تو نہ تھی  
 کیونکہ سکوہلوگ عالم تجربہ کی ایک پُر لذت حالت تصور کرتے ہیں  
 اور اگر دماغ سے کام لینا اور طبیعت کو امورِ غطا و بحث وغیرہ کے لیے  
 ایک معمولی اعتدال کے زینے پر رکھنا نہ پڑتا تو ہم کبھی اسکے علاج کی  
 طرف توجہ نہ کرتے۔ ہم نے اپنے ذہن میں فطرتی طریقے سے ہسکی تدبیر کا

بند و بست آہستہ آہستہ کیا اور ہمارے شاگردوں اور چلیوں میں  
 جو دونوں جوان نہایت ملیح اور بے ریش و برکت بلکہ باعتبارِ صحت  
 حلوائے بے دود تھے انکی طرف ہم نے نہایت پاک اور معصومانہ  
 محبت کے رنگ میں ڈوب کر اپنی توجہ اور التفات کی لمبی لمبی  
 ٹانگوں کو کسی قدر مضطربانہ بڑھادیا اور اپنے آتشکدہ شوق کی  
 روح فرسا آگ کے بجھانے میں نہایت دریا دلی سے انکی ملامت  
 اور صباحت کے سکون بخش اور فتنہ فرو کن چھینٹوں سے چشمِ ما  
 روشن و دلِ ماشاد۔ کہہ کر کام لیا۔ اگر یہ زندہ دوا خانے ہمارے  
 ساتھ نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ غایتِ مہرے کے انتعاشِ حرارتِ غریزی کی  
 وجہ سے بلا قصد اور بلا تصور ہم سے ہدایتِ خلقِ اللہ کے متعلق کاموں  
 میں حرج واقع ہوتا مگر شکر کا مقام ہی کہ ان صحتِ در بغل اور ہوشِ فزا  
 نوجہ انون کی پاک محبت کے آبِ صافی نے اُس نفسانی اور شیطانی  
 آگ کو بجھا کر اور اسکی آہنج کو گھسا کر ہمارے مزاج کو زینۂ اعتدال پر لٹکا  
 کیا۔ اس طریقۂ علاج کی اشد ضرورت کو ہم قبل اسکے بیان کر چکے ہیں۔  
 یہ گویا خارجی طور کا ایک علاج مثل ہیڈرو پتھی کے ہی جسمین فقط آبِ  
 گرم و سرد سے علاج ہوتا ہی۔ اسکی کامیابی بھی بالکل ظاہر تھی مگر ساتھ  
 ان سب ضرورتوں اور خوبیوں کے بھی دینی زبان سے بعض بدعت

اور حاسد لوگوں نے اس طریقہ علاج کی نسبت کہ جسکی آسانی ہسکی  
 پیشانی پر لکھی ہوئی تھی ایک خاص آبرو سوز پیرایے میں اعتراض  
 شروع کر دیے اور ہم نے دیکھا کہ رفتہ رفتہ اسکا اثر عوام پر خراب ہو چلا  
 قبائل کا ویسے سفر میں ساتھ لیجانا اور رکھنا تو غیر ممکن تھا اور  
 بغیر مزاج کے زینہ اعتدال پر رہے ہمارے مشکل مشن کے کاموں کا  
 انجام پانا بھی خالی از دقت نہیں تھا۔ ازدواجی تعلقات غیر معمولی  
 سے جو ہمارے متقدمین کو اُس ملک میں فائدہ پہنچ چکا تھا اور اس  
 ذریعے سے انھوں نے جو کاشتکاری خلقت میں ضروری مدد دی تھی  
 اُسکے سامعہ نواز اور دلچسپ افسانوں سے ہمارے کان بھرے ہوئے  
 تھے اور اکثر اوقات ہمارا خیال اس طرف زور سے جاتا تھا۔ ہم دوسری  
 وعظ میں جمعے کے دن نکاح ثانی کی بحث کو چھوڑ کر ایک پُر اثر طولانی  
 تقریر کر کے خود بھی روئے اور سامعین کو بھی خوب رلایا۔ اُس وعظ  
 کے اندر مناجات بیوہ کے بہت سے پُر درد اشعار نہایت دردناک  
 آواز سے اپنے اشعار کھمکے پڑھے۔ اخیر حصہ وعظ میں ہم نے بہت زور دیا  
 کہ اُن عالموں اور داعظون کے قول کی کوئی وقعت اور کوئی اثر  
 نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے جبکہ اقوال کو اُنکے افعال سے تطابق کئی  
 نہیں ہے اس سے ضمناً یہ غرض صاف کر کے دکھائی گئی کہ اگر نکاح ثانی کا

کوئی مضمون پیش ہو تو ہم اپنے قول کی تصدیق اپنے فعل سے کرنے کو  
 حاضر ہیں۔ اس مضمون کا ہمارے معتقدوں اور مریدوں کے کان  
 میں پڑنا تھا کہ وہ اسکو لے اڑے اور انھوں نے دیکھا کہ اب پیریاں  
 کے دائمی طور سے محبوس کرنے کی تدبیر انکے ہاتھ میں تھی۔ دو چار روز  
 عرصے میں بعض مسئلہ نکاح ثانی کے متعلق لوگ ہم سے دریافت کرنے  
 آئے۔ اس میں بعض مضمون ایسے تھے کہ اگر کسی عورت کا شوہر ایک مدت  
 سے مفقود انحر ہو تو اس کے نکاح ثانی میں کیا کیا شرطیں درکار ہیں اور  
 کتنے عرصے کے بعد وہ نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ بہت سی کتابوں کو ناحق  
 اُلٹ پلٹ کر اور غایت درجے کی تحقیق کا پر تو سائلوں پر ڈالکر ہم نے  
 صاف جواب دیا کہ تین برس تک جس عورت کا شوہر مفقود انحر  
 رہے اور نان و نفقہ سے اسکی خبر نہ ملے اسکو نکاح کر لینا ہر وقت جائز ہے  
 اور ایسے نکاح میں جو مومنین مدد دینگے وہ بہت بڑا اجر پائیں گے۔  
 اس مسئلے اور ہماری دلی خواہش کی تحقیق کے بعد ہمارے  
 مرید و عنین بعض جگہ پر ہمارے خاطر سونے کی چڑیا تلاش کرنے لگے۔  
 قلیل ہی عرصے میں وہ لوگ ایک خبر فرحت اثر لائے کہ فلان شخص  
 اپنی بی بی کو جو صاحب معیشت و دولت ہی چھوڑ کر چار ساڑھے چار  
 برس ہوتے حج و زیارت کو گیا ہے اور اس عرصے میں اسکی کوئی خبر نہ

ملی اور نہ اُس نے اپنی زوجہ کی نان و نفقہ سے کسی طرح خبر لی۔ اُس نیکبخت کو حضرت سے مرید ہونے کی خواہش تھی۔ ایک یوم مبارک میں ہم اُس عقیقہ کے مکانِ تزیینت نشان میں ایک خاص مریدوں کی جماعت کے ساتھ اور وہاں ہماری دعوت کا نہایت مکلف مسلمان ہوا اور اُس نیکبخت کے بعض اعزہ ہماری مثل کسی آسمانی چیز کے آویختگی کرنے لگے۔ اُس نیکبخت کو ہمارے وعظ اور قرارت سننے کی بڑی تمنا تھی اور اسی غرض سے ہمو وہاں دعوت کر کے بلوایا تھا۔ ہم نے موقع کے مطابق ایک پُراثر وعظ کہا اور پردے کے اُس طرف رونے کی آواز ہمارے وعظ کی کامیابی کی بشارت کو بطور پُشتارہ اپنی پشت پر لاد کر باہر لاتی اور ہمارا جی بڑھاتی تھی۔ بعد وعظ کے بہ لحسنِ بصری جسکی تقریر سطور بالا میں ہو چکی تھی ہم نے چند سورہ پڑھے اور پھر ہم نے طالب العلم کی لنگی کا ایک سراپردے کے اندر بھجوا دیا اور اُس مسماۃ نے ہمارے ہاتھ پر ساتھ اپنے سارے کفن کی عورتوں کے بیعت کی اور نہایت سیر چشمی سے نذر و غیرہ بھی پیش ہوئی۔

اس تقریبِ مغفرت قریب بیعت کے ایک عینے کے اندر اسی مسئلہ اجتہادی کی تترنگ سے ہماری رسائی اُس خاتونِ نیک اختر کے سیدھے اور نیک طینت عزیزوں کے دل میں ہوئی اور چٹنگنی

پٹ بیاہ کی مثل کی پوری طرح تعمیل ہوتی۔ ہم کیونکر بیان کریں کہ  
نکاح کے بعد کس تسکین اور کس مزے سے ہماری زندگی کٹنے لگی اور کس  
درجے میں دن عید اور رات شب برات کی مثل کو ہم اپنی حالت پر  
منطبق پاتے تھے ایسے اسبابِ آسائش و عافیت چشمِ زخمِ زمانہ سے  
کہان بچ سکتے ہیں گو ہم نے دعا اور تعویذ اور صدقوں کے ذریعے سے حتیٰ الوسع  
انکی حفاظت کی تھی مگر عمارتیِ امتِ اعمال سے اس خاتون کا شوہر بمصدق

زمین ترقید پیدا شد سرِ خر

اپنی مفقودِ النجری کے سمندر سے ابھر کر نکلا اور کھلتے پہنچا۔ وہاں  
اپنے ہم وطنوں سے خبر پا کر تمام قسم کی قانونی اور غیر قانونی طیاری کر کے  
اپنے ضلع میں آیا (ہیان تک پہنچو مطلق خبر نہ تھی) اور وہاں انگریز محبِ سرِ  
ضلع کے ہاں جو ہم سے بہ سبب متواتر علمی پالیوں کے متعلق بلوا ہونے  
کے بدظن تھا ہمارے نام نالاش دائر کر دی۔ وہ حاکم ہلا کو منش تو ہماری  
تا کہ میں مدت سے بیٹھا ہی تھا فوراً نالاش دائر ہوتے ہی اسے وارنٹ  
جاری کر دیا اور پولیس کے افسروں کو شوہر سابقِ خاتونِ متنازع فیہ کی  
تایید کے لیے متعین کیا۔ جبکہ ہماری ذلت و خرابی کے ان سب سامانِ  
آفت نشان سے اس کا شوہر سابقِ اپنی سسرال کی طرف آیا اور قریب  
بستی کے پہنچا اس وقت اس کے تیور اور ادائیں ویسی خشنماں غضبناک

بیباک اور آفت ناک تھیں جیسے اُس مُرغے کے تیور اور ادائیں  
 ہوتی ہیں جو اپنی غیر حاضری میں اپنی محبوبہ (مُرغی) کو کسی دوسرے  
 مُرغے کے دخلِ بیجا میں موردِ شغلِ نابسزا و عزّتِ فرسادیکھ کر اپنی گردن  
 کے پروں کو سپاہیوں کے پروں کی طرح کھڑا کر کے کفِ بربان  
 جاری نہایت حالتِ اضطراب و بیقراری میں بدلہ لینے کی بے روک  
 خواہش کے گہرے نشے سے متوالا ہو کر ایک خاص قسم کی مضحک  
 کج ادائی اور اصلی غصّے کے ساتھ گرتا پڑتا ہوا جانبِ رقیب  
 آفت نصیب دوڑتا ہے۔ اُسکی حالت کے معاینے سے ہم نے  
 اپنے میں تابِ مقاومت نہیں دیکھی اور ہمارے ہوا خواہ مُردوں نے  
 بھی بہت سی مصلحتوں کے خیال سے مقابلے کی صلاح نہ دی۔  
 اسکے سوا اُس مُسمّاء اور اسکے عزیزوں کے تیور بھی ہم نے کچھ بدلے  
 ہوئے پائے۔ ان اسبابِ شامت کے جمع ہونے سے فرار کو  
 قرار پر ترجیح دیکر وہاں سے ہم شب کو صبح کا ذب کی طرح  
 کافور ہو گئے اور چھ مہینے تک ادھر ادھر کے دیہاتوں میں روپوش رہ کر  
 معاملات کی تدبیر و تلافی اپنی جانب سے خیال سے کرتے رہے۔ ہزاروں  
 روپی کا صرف ان معاملوں میں ہوا اور آخر کار ہر طرح تباہ و برباد  
 ہو کر اور اپنی ساری کمائی کھو کر یہ بیک بینی دو گوش بارِ ندامت



وحسرت بردوش اپنے وطن مالوف کو کوٹے۔ ہماری نسبت  
تمام ضلّاع بنگالہ کی پولیس کو سخت جابرانہ اور ظالمانہ دائمی نگرانی  
کا حکم ہوا جسکے معنی صاف لفظوں میں یہ تھے کہ ہمارا ہدایتی پاک  
مشن پھر کبھی اس طرف نہ جانے پائے +

### دستوان حصہ

پیری و مریدی کے معرکہ آرا میدان میں جبکہ ہم کو اپنی بد قسمتی اور  
بعض دشمنوں کی فتنہ پردازی سے شکست فاش ہوئی اور ہم وہاں سے  
بہزار خرابی بہ حال تباہ اپنے وطن مالوف کو کوٹے تو اس وقت ہماری  
حالت شدتِ افلاس اور ہجومِ مصائب و آلام سے جو کہ افلاس کی  
وجہ سے انسان پر نازل ہوتے ہیں نہایت قابلِ رحم اور لائقِ تفسوس  
تھی۔ اس ہدایتی ٹور (دورے) میں ہم کو علاوہ اور فائدہ انگیز  
تجربوں کے یہ بات بھی بخوبی معلوم ہو گئی کہ ہم نے اپنے پیشے کے  
انتخاب کرنے میں بڑی غلطی کی تھی کیونکہ ہندوستان میں کوئی پیشہ  
پیشہ و کالت سے زریز اور آزا دہنیں ہر۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے  
دیکھا کہ کیونکر ننگ بے حلق کی طرح اس مشہور مغز پریشے کے لوگ  
دوسرے کے روپی کو نگل جاتے اور پھر کس آسانی سے اسکو مضمر کرتے  
ہیں کہ انکے معدہ قانونی کے استوار قلعے سے کسی قسم کی بدھمی کی

خبر بھی فطرتی اور اتفاقی طور پر بھی باہر نہیں آتی۔ اس زمانے میں وکالت کے امتحان میں اتنی دقتیں اور جانکامیاں بھی نہ تھیں۔ ہر معمولی تربیت یافتہ شریف پوری توجہ اور باضابطہ تدبیر کرنے سے وکالت کا سر شغلیت حاصل کر سکتا تھا۔ ہم چونکہ کسی قدر انگریزی بھی جانتے تھے اسلئے وہ اور بھی زیادہ آسان تھا۔ ان خیالات کا یکایک ایسا غلبہ ہماری راہ پر ہوا کہ ہم نے وکیل بننے کی نیت پوری طرح کر لی اور ہم باہر کے سرسبز میدان کی طرف ایک بھوکے خچر کی طرح بے تحاشا دوڑے۔

بعض احباب سے امتحان وکالت کی مشروطہ کتابیں لیکر خود دیکھیں تو حافظ رح کا یہ مصرع یاد آیا ۴

کہ عشق آسان نمود اول دے فنا دشکلمہ

اُن کتابوں کے قانونی مضامین کو ہم نے اپنے معصوم دماغ کے لیے بہت پیچیدہ اور دقیق پایا۔ اسکے سوا اُنکے یاد کرنے کی محنت کا اندازہ کر کے بھی جی چھوٹ گیا۔ مگر یہ مضمون ہم نے کسی سے نہیں کھا اور آسانی سے امتحان میں کامیاب ہونے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ ججی کے سررشتہ دار صاحب جو ایک بڑے گڑگ باران دیدہ تھے اُنکی صلاح نے مشکل کو بہت آسان کر دیا اور اُنھوں نے ہمارے پاس کرا دینے کا وعدہ واثق کر لیا۔ سررشتہ دار صاحب کیونکر ہمارے پلے پر ہوئے

اسکی تفصیل کی چندان ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ فقط اسقدر کہ دنیا کافی  
 ہی کہ اُنکے بنائے اور چکائے ہوئے سیکڑوں وکیل اُس زمانے میں تھے۔  
 خدا اُس زمانے کے ممتحن لوگوں پر رحمت کرے کیونکہ انکو شریف پروری  
 اور غریب نوازی کا خیال اپنے فرض منصبی کی انجام دہی سے کبھی ہٹا  
 نیا دہ رہتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ امتحان کا زمانہ آگیا اور ہم دوچار ہفتے بیکار  
 ورق گردانی کر کے امتحان کے اکھاڑے میں جا کو دے اور نہایت  
 دھوم دھام سے کشتی مار کر وہاں سے نکل آئے۔ وقت معین پر ہمارا  
 نام گزٹ میں چھپ کر نکلا اور ہم ایک اچھے خاصے باضابطہ وکیل بن گئے +  
 گزٹ کے دیکھنے کے دوسرے ہی دن سے ہم نے اپنی دستار گھٹا

و کر دار کو بدلنا شروع کر دیا اور ایک جوڑ لباس درباری کا بندوبست بھی  
 کر لیا۔ ایک مبارک تاریخ کو ہم نے کچھری جا کر اس جدید پیشے کی ابتدا کی۔  
 وکالت خانے میں ہم ایک آہورم خوردہ کی طرح پہنچے۔ ہمارے بشرے  
 اور حرکات سے غایت درجے کی وحشت برستی تھی صاف معلوم ہوتا  
 تھا کہ ایک نئی دنیا میں چار وکالت سے ہمارا خروج ہوا ہے ہم پیشہ  
 لوگوں نے بڑی گرا گرمی سے ہماری پزیرنگاری کی اور ہمارے کامیابی  
 بہت اخلاق کے ساتھ مبارکباد دی۔ جوئیر وکیلوں نے زیادہ خلوص  
 سے ہماری پزیرنگاری کی۔ گو سینیر لوگوں کی اداؤں سے کسی قدر ناگواری

اثر پایا جاتا تھا مگر وہ ایسا نہ تھا کہ کوئی نا تجربہ کار اسکو تار سکتا۔ تھوڑی سی  
 وکالت خانے میں بیٹھ کر ہم اجلاسوں کی سیر کو نکلے۔ پہلے صاحب جج  
 بہادر کے اجلاس پر گئے اور وہاں سے ہوتے ہوئے حکام ماتحت کے  
 اجلاسوں میں گئے اور ہر جگہ تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر وہاں کی کارروائی  
 دیکھی اور بعض وکلا کی بحث سنی۔ چونکہ قانون سے ہمارا ذہن اس طرح  
 خالی تھا جس طرح گدھے کا سر سینگ سے اسلئے مقدمات کی بحث وغیرہ  
 کچھ بھی ہماری سمجھ میں نہیں آئی مگر تاہم ہم اپنے کو بہت کچھ لے دیے  
 رہے اور ایک بے رعبی کی ادا سے لوگوں سے ملتے جلتے رہے کیونکہ  
 اکثر وکلا سے پہلے کی ملاقات مختلف حلقوں میں تھی اور گو وکالت میں  
 نہیں مگر اور باتوں میں ہماری بھی تو دھاک بندھی ہوئی تھی۔ شام کو  
 کچہری کارنگ ڈھنگ دیکھ کر گھر لوٹے اور اس پیشے میں چلنے کے  
 منصوبے سوچنے لگے۔ گو ہم کو قانونی علم مطلق نہ تھا اور ہم سوا چند  
 مصطلحات قانونی کے اور کچھ نہ جانتے تھے مگر اس پیشے میں کامیابی  
 کے لیے اور جتنی طبیعی صفات اور امورات دنیوی کے وسیع تجربے  
 کی ضرورت تھی وہ سب ہم کو حاصل تھے۔ بہت سے حکام بھی ہم کو  
 جانتے تھے اور بہت سے رؤسا سے بھی ملاقات تھی اور ان باتوں سے  
 فائدہ حاصل کر نیکاطریقہ بھی ہم کو معلوم تھا +

گھر لوٹ کر جانے پر بہت سے اجباب تفسارِ حال کے لیے تشریف لائے۔ ہم نے اس موقع پر تمام نامی و کلا پر خوب خوب پھبتیاں کہیں اور مانگیں۔ ہر فعل اور ہر بات کی تضحیک کی۔ اُنکے عدم قانون دانی پر منہ آئے اور اُنکی تقریر کی بدیہی غلٹیوں پر افسوس کیا۔ اُنکے لباس و پوشاک پر الگ الگ اور اُنکے اخلاق و آداب کی دھجیان الگ الگ اُٹرائیں۔ انگریزی نہ جاننے کے سبب جو یہ قانون کے عموماً صحیح معنی نہیں سمجھ سکتے تھے اس پر بھی زور و شور سے رائے دی۔ خلاصہ یہ کہ لوگوں پر اس بات کو ثابت کر دیا کہ ہم اُنکو اپنے خیال میں کچھ نہیں سمجھتے۔

رفتہ رفتہ ہکو کچھ متفرقہ مقدمات زور و زور سے ملنے لگے۔ بعض میں کسی قدر فیس بھی ملی اور بعض میں نفٹ ہی کام کرنا پڑا اور اُسی کو ہم نے غنیمت جانا۔ روزانہ اجلاسوں پر دن بھر بیٹھ کر ایک متانت اور قابلیت کی اداس بھاری اور نامی مقدمات کا نوٹ بھی لیتے تھے اور نوٹ لیتے وقت جوجی میں آتا تھا لکھتے تھے۔ چند روز میں گو ہمارے آؤ جو ہر تو زیادہ کھلنے نہ پائے مگر ہماری دریدہ دہنی شوخی اور آزادی کی تعریف جاہل متخاصمین میں مشہور ہوئی۔ فوج داری اور میونسپلٹی کے چھوٹے مقدمات ہمیں اس زمانے میں زیادہ ملتے تھے اور سکی وجہ یہ تھی کہ بہت فوجداری مقدمات کے دلائل سے ہم سے سابق کا سابقہ تھا اور وہ لوگ نہ ان کا

ہماری تائید کرتے تھے اور علاوہ معمولی فیس کے جو کہ معین نہ تھے وہ  
 کامیابی کے ہمارا جی بڑھانے کے لیے اپنے جتنے سے بھی کسی قدر ہماری اندر  
 کرتے تھے اور اُسکے قبول کرنے سے ہمارا کرنے میں ہلکا اکثر مروت مانع ہوا کرتی تھی  
 ایک روز ایک مہری کے سیکر رکھنے کا ایک مقدمہ حسب قانون  
 میونسپلٹی ایک ایسے اجلاس میں پیش تھا کہ جسکا حاکم انگریز نہیں جانتا  
 تھا اور پُرانے خیالات کے مرض کہنے نے اُسکی بہت میں گھن لگا رکھا تھا  
 چونکہ شہر کے چند چلتے پُڑے اس مقدمے سے متعلق تھے اسلئے ہر کسی  
 غل کچری اور شہر میں تھا اس مقدمے میں ہم مدعا علیہ کی طرف سے مقرر  
 ہوئے۔ مقدمے کی تاریخ کے دن ہم چند موٹی موٹی کتابیں بغل میں دیکر  
 اس ڈپٹی مجسٹریٹ کے اجلاس پر پہنچے اور کتابوں کو دھم سے میز پر ٹپک کر  
 اُسکے خیال کو اپنی طرف متوجہ کیا اور ایک بے رعبی سے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔  
 وہ مقدمہ بارے کون ایسا بھاری تھا جسکے لیے وکیل کی ضرورت ہو۔  
 سرسری تو اُسکی تجویز تھی۔ شاید ایسے سیکڑوں مقدمات ایک دن میں  
 فیصل ہو سکتے ہیں۔ جب ایک دو معمولی گواہ مدعی کی جانب سے گزر گئے  
 اسوقت ہم نے قبل اسکے کہ حاکم مدعا علیہ سے کچھ پوچھے خود کھڑے ہو کر  
 کہا کہ ہمارا موکل ”ناٹ گلٹی“ کہتا ہے۔ یہ کہہ کر ہم نے بڑے زور و شور  
 سے حاکم کی توجہ کو (میز پر گھونسا مار مار کر) ہندوستانی رعایا کے

قیصر ہند کی بد نصیبی اور مظلومی کی طرف نہایت حسرت ناک طور سے متوجہ  
 کیا اور (جو تے کو بے تحاشا صحن پر چمک چمک اور ایک ٹانگ کو بلا ضرورت  
 کرسی پر ترچھے ہو کر اٹھا کر) آزادی کی قوت اور قیمت اور جو رسمی کل جرم  
 اور علی الخصوص ایسے جرائم کے تجویز پانے کی ضرورت کو نہایت شدید  
 اور ایک صناعی اور شور پشمانہ نشمنہ کی اور بے پروایانہ بیباکی سے بیان  
 کر کے یہاں کے ظالمانہ طریقہ عدالت اور ولایت کے انصاف مندانہ اور  
 آزادانہ طرز تجویز سے ایک سرسری مقابلہ کر ڈالا۔ اصولی طریقہ تجویز جوری  
 باغی کورٹ کی بے ربط نظیروں سے مختصر بحث کی اور نہایت جلدی سے  
 چند برسی قانونی انگریزی کتابوں کا نام لے ڈالا اور بے ربط کتابوں کے  
 ورق کو ایک پھرتی سے میز پر الٹ یا او کہیں سے کچھ کہیں سے کچھ رو میں پڑھ گئے  
 (بھر میز پر زور سے گھونسا مار کر اور ہاتھ کو کتاب پر چمک کر) مختصر  
 لفظوں میں یہ عرض کیا کہ ایک چوہے کی آزادی بھی اس شہادت پر  
 لی نہیں جاسکتی اور ایک دیسی گٹا بھی ایسے گواہوں کے بیان کذب  
 نشان پر سزا یا ب نہیں ہو سکتا۔ اخیر میں حاکم سے مدعا علیہ کی رہائی او  
 گواہوں پر دروغ حلفی کی استدعا کر کے ہم ہانپتے اور کانپتے بیٹھ گئے۔  
 اس ایک مقدمے میں ۱۲ بجے سے اس بد نصیب حاکم کو سبجے تک  
 ہمنے پھنسائے رکھا۔ بعد ہماری مطول تقریر کے ختم ہونے اور جلاس سے

باہر چلے آنے کے گنوار تخاصمین اور حاضرین عدالت سے بڑی داد ملی  
 اور گویا اسی روز ہمارا پانو اس پیشے میں جم گیا۔ یہ مقدمہ حسب اتفاق  
 ہمارا حسب خواہ فیصل ہوا اور مدعا علیہ کی رہائی ہو گئی اس لیے کہ یہ مقدمہ  
 واقعی کمزور تھا۔ ادھر اس مقدمے کا نکلنا تھا کہ پھر تو فوجداری کے مقدمات  
 ہر چار طرف سے برسے لگے اور ہر عدالت میں ہمارا طوطی بولنے لگا۔

مظلوموں کی پناہ وہی اور چارہ سازی کا خیال تو گویا ہمارے  
 دل کا ایک جزو لاینفک تھا اس لیے اس پیشے میں باوجود کثرت مشاغل  
 کے ہمارا خیال ہمیشہ اس طرف متوجہ رہتا تھا۔ ہمنے اس پیشے کے ذریعے  
 لوگوں کی آسانی اور چارہ سازی کے بہت سے راستے اپنے تجربے اور  
 ذہانت و جودت سے نکالے۔ اکثر ہم غریب اور مظلوموں کی جانب سے وکالت  
 لیتے اور بہت سے مقدمات میں بلا فیس عند اللہ کام کر دیتے زمیندار مقاب  
 میں ہمیشہ رعایا کے طرفدار ہوتے۔ مظلوم عورتوں کی تائید دل و جان سے  
 برخلاف ان کے ظالم شوہروں اور عزیزوں کے کرتے۔ غریب ورثہ کا حق  
 دلوانے میں برابر جان لڑاتے اور انکو ہر قسم کا سامان قانونی لڑائی کے لیے  
 مہیا کر دیتے ہر طرح کے خفیہ فروش تاجر ہماری قانونی سرپرستی کے اندر اپنے  
 اسباب تجارت کو (کہ جسکو اہالیان پولیس محض ظلم سے مال مشکوک قرار  
 دے کر آزادی تجارت میں خلل انداز ہوتے ہیں) آسانی سے نقل و حرکت



کر سکتے۔ مقدمہ عدالت میں آنے کے مہینوں قبل اُسکے قالب میں ہم فطر اعتماد  
 کی وجہ سے حلول کر جاتے اور ابتدا سے اُسکی بنیاد کے مضبوط کرنے کی  
 صلاح اپنی پیشین بینی سے دیتے یہ کام بھلا معمولی دکلا سے کیا ہوتا۔ مچھان  
 ہماری صحبت فیض اثر سے شہادت کے جانچنے اور تولنے کی وہ قدرت  
 اور قوت پیدا ہو گئی تھی کہ کبھی اُنکا مقدمہ پر یوسی کونسل تک تو بگڑتا ہی  
 نہ تھا۔ مظلوموں کو سودی روپی ہماری وجہ سے ملتے۔ مقدمہ خرید کر  
 لڑنے کا کام گویا زیادہ تر اس صوبے میں ہمارے سبب سے مروج ہوا  
 خلاصہ یہ کہ تمام قسم کے اعلیٰ اور ادنیٰ قانونی کام ہمارے کارخانے  
 میں ہوتے تھے۔ بے جان مقدمات کے قالب میں ہماری سیجائی  
 جان پھونک دیتی تھی اور مردہ دعووں کو زندہ کرنے کی بیسیوں کلین  
 ہمارے دفتر میں پڑی رہتی تھیں۔ فقط ہمارے مارل دباؤ سے بھی  
 بہت کچھ کام غریبا کا نکل جاتا تھا۔ جو مظلوم عورت شوہر اور عزیزوں کے  
 ستیزے اور ظلم سے بھاگی ہمارے ہی گھر میں آنکر آسنے پناہ لی۔ جو  
 رئیس زادے انصافی سے اپنے شرعی حق سے محروم کیا گیا اُسکو ہم نے  
 دامن حمایت کی پناہ میں جگہ دی۔ جو لونڈی کسی زندان بلا نشان سے  
 نکلی اُسپر آزادی کا سایہ ہم نے ہی ڈالا۔ جس نامی اور بُرد بار زندگی کو  
 کسی شہدے رئیس زادے نے ستایا اُسکے آرٹے ہم ہی آئے اُسکو

بی رحم کے ظلم کے پنچے سے ہم نے ہی نجات دلوائی۔ ان سب کی چارہ جو  
 ہم عدالت سے قانونی طور پر کر کے انکے ہر قسم کے حقوق پر انکو پوری  
 طرح قابض کر کے اور انکو پنجہ ظلم سے رہا کروا کے اپنا حق لتسعی جو کہ  
 عند اللہ و عند الناس ہر طرح جائز ہی لیتے تھے۔ اکثر اوقات ہم فقط  
 گیدڑ بھکی سے کام نکال لیتے۔ ہمارے مکان میں منطلوموں کے قدم  
 رکھتے ہی ظالم اور غاصب لوگوں پر وہ رعب طاری ہوتا تھا کہ  
 وہ مصالحہ کر کے عدالت کے باہر ہی فیصلہ کر ڈالتے تھے۔ ہر قسم  
 کے منطلوموں اور ستم رسیدوں کی نمانداری میں ہمارے سیکرٹوں  
 رو پر اپنی جیب خاص سے خرچ ہوا کرتے تھے اور ہماری رو دایو  
 وہ اثر عالم گیر طور سے پھیلا تھا کہ سیکرٹوں دو تہ مند خاندانوں کے ناجائز  
 خیالات اکثر امور ترکہ وغیرہ میں سلجھ گئے تھے اور عموماً ہر خاندان کے مردوں کا  
 برتاؤ عورتوں کے ساتھ نہایت صحت انگیز اور تشفی بخش بنے پرا گیا تھا  
 ہم نے حضراتِ جوہی سے بھی خوب باضابطہ ملاقات برقرار رکھی تھی  
 حکام کی ملاقات بھی ہم کثرت سے کرتے تھے اور ہمیشہ ہمیش نہا خبروں  
 اور نادر معلومات کا ایک خزانہ انکے حسب مذاق انکو مندر دیتے  
 تھے۔ مختلف المذاق انگریزوں سے مختلف طور سے انکے مزاج  
 آشنا بنکر اپنا کام نکالتے اور اپنی ملاقات کا اثر نہایت منفعت انگیز

طور سے مختلف جانب سے بار پر ڈال کر اپنا وزن اپنے پیشے میں بڑھانے  
 تھے۔ مخفیہ طور پر ہمارا کہنا سُننا حکام میں بہت چلتا تھا اور ہمارا کلمہ پھر  
 کسی کے حق میں کیوں نہ ہو گواہ کے اثر سے جلد کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا  
 تھا مگر اُس کے خیال سے کسی کا دل بالکل خالی بھی نہیں رہتا تھا۔  
 دستاویزات چونکہ ہم کثرت سے موٹکوں کے لیے لکھواتے تھے  
 اور موٹکوں کو ہمیشہ کاتب کی ضرورت رہتی تھی اسی لیے ہر طرح کے  
 کامل الفن کاتبوں کی ایک ایسی جماعت بھی ہماری تحویل میں تھی  
 جس کے ہر مَرکن رکیں نے اپنے اظہارِ کمال کے صلے میں برسوں تک کام کیا  
 خاص مہمان خانوں میں مہمان گورنمنٹ رہ کر مختلف طرح کی محنت  
 و مشقت اور جسمانی ورزش کا مفید تجربہ حاصل کیا تھا۔ اس جماعت  
 میں بڑے بڑے صاحب کمال اور مشاق اور تجربہ کار لوگ تھے  
 جن کو مختلف زبانوں میں مختلف طور سے دستاویز بنانے اور لکھنے کی  
 مشق تھی۔ فارسی کا کاتب ایک حرف انگریزی سے واقف نہیں  
 مگر بیسیوں صفحے انگریزی کے فقط دیکھ کر نقل مطابق اصل لکھ دے۔  
 مہر کن بھی ایسے نامی ہمارے یا آشنا تھے جنہوں نے ابدائے مشق  
 میں ہزاروں پتھر فادہ عام کے خیال سے پبلک سسرال میں توڑ توڑ کر  
 اپنا سکہ اعلیٰ مہر کنی میں بٹھایا تھا۔ ان لوگوں کو اپنی متنوعہ صنعتوں

اور ہوش ربا کمالوں کے دکھانے کا موقع ہماری جادو تاثیر ہو کر آئی  
قانونی کارروائیوں سے اکثر بلجایا کرتا تھا۔

کسی کا مقدمہ نہ شہر میں ہو اُس میں ضرور ایک فریق ہم بھی سبجا  
تھے۔ مان نہ مان میں تیرا معائنہ کے اصول پر ہمارا قدم ہر معاملے کے  
حلقے میں در آتا تھا اور ہماری رائے اور صلاح کی قانونی چو کڑی ہر مقدمہ  
اور ہر دستاویز کے اندر سے چلتی تھی۔ اکثر معاملات اور خانگی مصالح  
اور پنچایتوں میں چونکہ مجبوراً نہ طور پر محکمہ شریک رہنا پڑتا تھا اسلئے  
لوگ زبردستی بسا اوقات اداسے شہادت کے لیے مجبور کرتے تھے  
اور چونکہ اداسے شہادت شرعاً اور قانوناً نہایت ضروری ہوا اسلئے  
اکثر عدالتوں میں محکمو گواہ کی حیثیت سے بھی بہ اکراہ حاضر ہونا پڑتا تھا  
اور عدالت ایک معتد بہ فیس متخاصمین سے دلوادیتی تھی۔ اس کا رشک  
بھی ہمارے ہم پیشہ لوگوں کو بیشک کسی قدر ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ ہماری  
وکالت ایک معقول اور پُر زور قانونی ریاست تھی جس کے تحت میں  
اکثر مقامات اور پیشوں کے حمیدہ خصال اور صاحب تجربہ لوگ تھے اور  
گویا ایک دنیا فن مقدمہ بازی و معاملہ سازی میں ہمارے خانگی اسکول  
میں تعلیم پاتی تھی۔

علمہ سازی کا کام چونکہ ہم سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا تھا بہ اس سبب

یہ نالائق کام بھی مظلوموں کی چارہ جوئی اور داری کے خیال سے اکثر  
ہمکو کرنا پڑتا تھا اسمین ہمکو اکثر ایک ماسل نارضا مندی رہا اور ہوا کرتی  
تھی اسلئے کبھی ہم نے ناجائز اور ناگفتہ بہ امور کی نسبت اُسے گفتگو نہیں  
کی بلکہ اپنی محبت اور دوستی اور حکام رسی کا دباؤ ڈال کر اُسے کام نکالا  
اور جہان ویسی ضرورت ہوئی اُوں لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ تمام تفصیلات کو  
علمہ پنج سے ہمارے حسب ہدایت انجام دیں۔

اگر کسی مقدمے میں دونوں طرف کے لوگ مختلف اوقات میں  
مقرر کرنے آئے تو ہم رازداری کے خیال سے ایک کے آنے کا حال  
دوسرے سے نہیں کہتے تھے اور دونوں پہلو کو مقدمے کے سنکر  
فیصلہ کر لیتے تھے کہ حق کسکی جانب ہے ہماری رائے میں جس جانب حق  
معلوم ہوتا اُسی کا وکالت نامہ لیتے اور اکثر ایسے مقدموں میں ایک  
راستبازانہ حکمت علی کے برتاؤ کی وجہ سے ہمکو سرسبزی ہی حاصل ہوتی تھی  
جن اشغال کثیرہ کا ذکر کہ ہم نے کیا اُسے کہاں فرصت تھی کہ قانون  
اور نظائر کی کتابوں کو دیکھتے علاوہ برین دیکھنے پر سمجھنے کی امید کم تھی  
ان وجوہات سے ایک خاص طور پر تیار ہو کر مقدمات میں جاتے اور  
بہت ہی بے محابا عمل مچاتے تھے۔ ہم نے تجربے سے دیکھ لیا کہ نتھی  
آ لیتے اور قانونی نکات نکالنے اور ایک سنجیدہ بوم کی طرح بیخ پر

بیٹھے رہنے سے اس ہنگامہ آرا پیٹے میں کام نہیں چل سکتا اس لیے ہم نے  
اپنی رسائی کے حلقے کو وسیع کیا اور ایسی خارجی قوتوں کی نمدن کو لا کر  
وکالت کے دریا میں بلایا جنکی وجہ سے مقدمات کی کشتی پار لگانے میں  
بڑی آسانی ہوئی۔

اس معزز اور قابل پیٹے میں چونکہ بیودہ سرائی یا وہ گوئی اور  
دماغ خراشی کوئی ممنوع اور معیوب بات نہیں تھی۔ اور چونکہ اسکے  
روکنے کی عموماً محکام کے پاس تدبیر کم ہی اس لیے ہکو اس پیٹے میں چلنے  
میں بہت زیادہ تکلیف نہ ہوئی۔ ہر حاکم کے رنگ اور مزاج اور مادہ  
قابلیت کے تجربے کو خود جانچ کر اور بھی دوسرے اچھے لوگوں سے  
شکر ایک صحیح انداز کر لیتے تھے اور اسی خیال سے کبھی قصداً خوب  
گر جتے برستے اور کہیں ڈرتے اور دبے تھے۔ کہیں خوش آمد کرتے  
کہیں مدحت ناروا کہیں حاکم کے خاص مزاج یا مذاق یا ضبط کے  
دھارے پر اپنی رائے کو ایک لاش کی طرح چھوڑ دیتے تھے جس میں  
اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ لاش زندہ ہو کر ساحل مراد پر جا لگتی تھی۔

جمل کے مقدمات میں اکثر مدعا علیہ کے دلدار الحرام ثابت کرنے  
میں ہم نے کوششِ بلیغ کی اور فریب کے مجرم کے زمانِ ماضی میں  
خفیف مار پیٹ میں قلیل جرمانے کی سزا پانے پر بہت زور ڈالا۔

گواہ کے قیام پر علم قیادہ سب خرچ کر دیا اور بحث میں اظہار سے زیادہ اس کے لباس و پوشاک سے ہلکنار رہے۔ مداخلت بیجا میں سید کی سزا کے لیے حاکم کی رائے میں دخل در معفوات کر کے اور زنا بالجبر کے مقدمات میں لہا و دھات مجرم کی ناروی ثابت کرنے میں قانون شیخ سے مردانہ وار خلاف قانون دلائل پیش کر کے لڑے۔ نان و نفقہ کے مقدمے میں ہمیشہ تعزیرات ہند کو حل کر لکھ دیکھے رہے اور مدعا علیہ سے ٹھکرا اور فعل ضامنی لینے کے لیے حاکم سے خوب لڑے۔ پٹواری کو معزول کروانے میں قانون لگان پیش کیا اور داغ خارج کے مقدمے میں بحث کرتے وقت قانون ۳۷۷ء کا پتہ دیا۔ سوالات جرح کی بے ربطی سے اپنے قریح میں سرسبز بار مشغول رہے۔ دفعہ ۴۵ ضوابط فوجداری کے مقدمے میں مجسٹریٹ کو حق کا فیصلہ کرنے پر مجبور کرنے کی فکر میں رہا کہ ہمیشہ داد قانون دانی دیتے رہے۔

مقدمہ جیسے پراپنی بحث کی قوت کی مدحت میں اجلاس کے کمرے سے خود عذاب البیان نکلے اور ہار جانے پر اجلاس کے دروازے ہی سے ناراضا مند اور مجبور لونڈی کی طرح کچھ بڑبڑاتے چلے اور ٹکا خاں بیٹھے بیٹھے حاکم کو ہائی کورٹ سے چشم نمائی بھی کروادی اور بدلو بھی چاہے مقدمہ قابل اپیل ہو یا نہ ہو مگر ہمارے موکلوں کو خیالی طور پر ہر قسم ماتحت کی ناراضی میں اپیل دائر کرنے میں کبھی الحمد للہ کسی قسم کی معذور

نہ ہوتی اور برابر انکو اسکا یقین پہننے دلایا کہ اپیل سے فیصلہ ضرور مسترد ہوگا  
 اور حاکم ماتحت سے خراج بلور ہر جہ دلا ملیگا۔ اپیل کے وکالت نامے پر  
 دستخط کرنے کا شگون عدالت ماتحت میں ہمیشہ لیا کیے اور حاکم ماتحت  
 کی عدم قابلیت کا مرثیہ کچہری کے درختوں کے نیچے موٹلون کے خوش  
 کرنے کو بہ آواز بلند ہمیشہ پڑھائیے۔ مقدمہ بلا ضرورت بھی بتیں کیوں  
 سے ملتوی کروا کر اسکے ہر پہلو کو زیادہ غور اور توجہ اور تسکین سے سوچنے کا  
 موقع حاصل کیا۔ چاہے مقدمے میں حاضر ہوں یا نہوں مگر فیس لنگر  
 کبھی کسی موٹل کو واپس نہ کی۔ اپنی فیس کی تعریف میں ہمنے اپنی رحمتی  
 اور موٹل نوازی کے خیال سے ایسی وسعت دی تھی کہ جاید امنقولہ  
 وغیرہ منقولہ جملہ قسم کے حیوانات چار پائے طیور اور ہر طرح کے نباتات  
 و جمادات زمین شامل تھے اسلئے ہر درجے کے موٹلون کو فیس ادا کرنے  
 میں بڑی آسانی ہوتی تھی۔

حاکم کے اخلاق سے استفادہ کر کے تھوڑی دیر تک کمرے کمرے  
 اس سے ادھر ادھر کی گپ کر لی اور موٹل کو یہ یقین رہا کہ نفس مقدمہ  
 میں حاکم کا مزاج بچا نگر کس فرسے سے ہمنے بات کر لی پھر طرف ثانی کے  
 وکیل کو سینے کا موقع نہ دیا کیونکہ اسکے آنے کے قبل ہی مقدمہ ملتوی  
 کر دیا وہاں سے چل دیے۔ وہ وقت چونکہ ہمنے موٹل کے لیے خاص رکھا



اور اُس میں دوسرا کام نہیں کیا اس لیے انصافاً ہم فیس پانے کے مستحق ہو گئے اور موکل کو اُسکے دینے میں عذر بھی نہوا۔

چونکہ مظلوموں کو مصیبت سے بچانے اور معصوموں کو قید سے چھڑوانے کی تدبیروں کے کرنے اور منصوبوں کے سوچنے میں ہم کو اکثر اوقات قانون کی بجا اور ظالمانہ پابندیوں اور جرائم کی نازک اور پیچیدہ تعریفوں کا خیال نہیں رہتا تھا اس لیے بعض مرتبہ ہم خود بھی کینہ سرشت مُفسدوں ہم پیشہ بدعتوں کی فتنہ پرداز یوں سے مصائب میں گرفتار ہوئے تھے اور بعض نا تجربہ کار اور جاہل حکماء نے محض تعصب اور رشک اور بددیانتی سے ہم کو سرکاری نظام سے عدالتِ سشن میں چند بجا اور بے بنیاد تہمت لگا کر بھجوا دیا تھا اور ہمارے حوائج ضروری کے انصرام کو قلیل عرصے کے لیے سرکاری ملازموں اور سرکاری تحویل سے متعلق کیا تھا مگر عدالتِ سشن میں حاضر ہونے کے بعد وہ الزاماتِ بجا کا اُبٹنا آفتابِ انصاف کی تمارت سے خشک ہو کر آن کی آن میں ہمارے جسم سے خود بخود جھڑ گیا اور ہم اُن ناجائز تہمتوں کے ابغلیظ سے ایک پاک اور صاف خصلت لیکر ماہِ تابان کی طرح درخشان نکل آئے اور دشمنوں اور حاسدوں کے مُنہ میں ناکامیابی کی خوب ہی کالک لگی +

ان واقعات عبرت آگین کے بعد سے ہماری ہمدردی مجرموں کے ساتھ آگے سے بہت زیادہ ہو گئی اور ہم نے اُس مشکل اور تکلیف کا پورا اور صحیح اندازہ کیا جس میں مجرم لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ اپنے تمام مقدمات میں ہم نے خود بحث کی تھی جس پر صاحبِ حج نے یہ ریمارک کیا تھا کہ ایسے استقلال اور بے رعبی کے ساتھ شاید کم مدعا علیہ ہوں جن ایشیائی ملکوں میں بحث کی ہو۔

ہم اپنی تعریف سے زیادہ اُس مغز پیشے کی تعریف کرتے ہیں جس میں ہم ایسے جو گوشتیہ اور ہشت پہلو خصلت کے تجربہ کار شخص کی آرام کے ساتھ بائیمہ کشاکش گنجائش ہوئی اور ہماری خصلت کے پرانے بدنام و جتے بھی ہمارے دامنِ حال سے مٹ گئے اور ہمارے اصلی جوہر بھی اس عمدگی کے ساتھ چمکے کہ ہم بار کے دولت و عزت اور بار میں ایک بلند مقام اور موقعِ مسند پر اپنی کامیابی کا نظریہ ٹیکے ہوئے مرجعِ خلافت بن کر سیرِ فرش کی طرح چمکے۔

گیارہواں حصہ

پیشہ و کالت کی کفالت نے ہماری حالت کے پروبال میں ایسی طاقت لادی تھی اور ہمارے غم اور منصوبے کو مایوس کر دیا تھا کہ اموراتِ رفاه عام اور علی الخصوص لوکل سلف گورنمنٹ

کے کاموں میں ہم اپنی پبلک اسپرٹ کی حدت اور قوت سے  
 بہت کچھ کام لینے لگے تھے۔ گو وکالت میں ہم کو دولت مندانہ اور  
 امیرانہ مرقہ کمالی تو نہ ہوئی مگر ہم نے اپنی آمدنی کے مدبرانہ اخفا اور  
 اپنے ظاہری ساز و سامان اور ٹھاٹ کے چمکانے سے حکام اور خاص  
 و عام کے دلوں میں اپنا ایک خاص اقتدار اور اعتبار جمالیا تھا  
 ہماری پبلک اسپرٹ کی تیزی اور تندگی کی کیفیت سے حکام  
 بخوبی واقف ہو چکے تھے اور اسکی بواہر ادھر ادھر دور تک پھیل  
 چکی تھی اور لوگ اسکو پسند بھی کرنے لگے تھے۔ اسی زمانے میں  
 قدیم خاندانی شجرے کے محققانہ طور پر جانچنے سے چند اعلیٰ اور نامی  
 خاندانوں کے ساتھ ہماری قرابت بھی ثابت ہو چکی تھی گو اُن  
 خاندانوں کے اراکین کو بعض خود غرضانہ او بدیتانہ وجوہ سے  
 قرابت کے قبول کرنے میں کسی قدر خفیف تاثر ہوتا تھا مگر تاریخی  
 ثبوت کا دباؤ ہم اُن پر ہمیشہ ڈالا اور حکام عالی مقام کے پاس یہی  
 قرائتوں کے ذریعے سے بھی اپنی افزائش اعزاز اور حصول اغراض  
 میں کام نکالا کرتے تھے۔ ایسے استعمال قرابت پر اعتراض کا موقع  
 بہت کم لوگوں کو ملتا تھا اور ہم خود بھی بہت کم موقع اپنے قرابت  
 اور احباب کو نکتہ چینی کا دیتے تھے۔ قلیل ہی عرصے میں حکام ضلع پر

یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ ہم کو پبلک کے کاموں کے بیگاری  
 طور پر کرنے کا نہایت ذوق و شوق ہے اور ہم اپنا بیش قیمت  
 وقت (جو کہ پیشہ وکالت میں عمدہ طور پر کام میں آسکتا تھا)  
 صرف کر کے رفاہ عام اور لوکل سلف گورنمنٹ کے کام میں مدد دینے کے  
 لیے طیارہ بن کر اسکا معلوم ہونا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہم میونسپل کمشنر  
 آنریری مجسٹریٹ اور تعلیمی کمیٹی وغیرہ کے ممبر سب کچھ مقرر ہو گئے اور  
 دنادوں ہمارا نام گزٹ میں چھپنے لگا۔ کمشنری کی آواز جس آن سے کہ  
 ہمارے کان میں پڑی ہم نے اپنی بھاری جوابدہی اور مشکل منصب کا  
 اندازہ اُسی وقت سے کیا۔ اور سب سے پہلے ہمارا خیال اس وقت  
 صفائی اور عام صحت کی ترقی کی طرف متوجہ ہوا کیونکہ ہمارا شہر صحت  
 سے غلیظ تھا اور اس وجہ سے اسکی آب و ہوا میں گویا ایک دائمی  
 رذارت رہا کرتی تھی جس سے ہزاروں خلق اللہ کی جانیں مفت ضائع  
 ہوتی تھیں۔ ہمارا اور ہمارے بعض احباب اور قرابت مندوں کا  
 مکان ایسی ٹرکون۔ گلیوں اور موقعوں پر واقع تھا جادھر ہو کر  
 بہت کثرت سے لوگوں کی آمد و رفت تھی اور جن راہوں اور گلیوں  
 سے ہزاروں لاکھوں من تجارتی اسباب وغیرہ ریل اور دریا کی طرف  
 جاتا تھا۔ ان خیالات سے ہم نے ان راہوں اور گلیوں کے چوڑائی

کرانے میں کوشش کی اور اس وجہ سے جن غریب کے گھریا جن کی  
 زمین بٹرک میں لی گئی اُن کو نہایت درد منداناہ اور ہوا خواہانہ  
 طور سے لڑ جھگڑ کر پوری اور واجبی قیمت دلوائی اور اکثر جب کہ  
 اُن سے اور میونسپلٹی سے قیمت کی نسبت جھگڑا ہوا اپنی ثالثی  
 میں معاملے کو ڈال کر رعیت کے حق کی طرف جھکتا ہوا پلہ رکھ کر نصاف  
 کیا آئین قبیل اپنے اور اپنے احباب یا اور رفاہ پسند اور نیک  
 نیت لوگوں کے گھر کی قدیم اور سیلی اور بیکار مہربوں کو صاف  
 کر دیا اس انداز سے غریب کے گھروں کے اندر سے اُن کو نکالا کہ  
 برسات میں ایسے وقت جب کہ کوئی اپنے گھر سے نکل نہیں سکتا  
 ہی اور اچھا اور صحت بخش پانی مشکل سے ملتا ہی ہفت روز تک  
 اُن کے آنگنوں میں اس قدر کافی برسات کا صاف اور عمدہ پانی  
 رہا کرتا تھا کہ جس سے وہ اپنے کھانے پینے اور نہانے دھونے  
 کے تمام کام بخوبی لے سکتے تھے۔ علاوہ بریں اُن کے صحن خانہ  
 اور خانہ باغ کی زمین میں ایسی تازگی آجاتی تھی کہ سال بھر اُس  
 میں ہر قسم کی پیداوار کثرت سے ہوتی تھی اور جس کا کل فائدہ  
 بلا شرکتِ غیرے وہ خود اٹھاتے اور پاتے تھے۔ ٹکس کے گھٹانے  
 بڑھانے میں ہم کبھی خانگی اغراض اور ذاتی خیالات کو دخل نہیں

دیتے تھے مگر البتہ رفاه عام کا خیال اُس وقت بھی ہم چھوڑ نہیں سکتے  
 تھے۔ بد معاشوں کی سزا کا یہ ایک عمدہ آلہ ہمارے ہاتھ میں تھا  
 اور اُمرا کے ظلم کو اسی سے ہم کسی قدر روکتے تھے گو ہم نے اپنے  
 خیال کے مطابق بہت سے غربا کا نگل گھٹا دیا مگر ساتھ اس کے  
 ہوس ٹکس ہمارے حلقے میں آگے سے ۵۰۰ پانچ سو روپیہ سال  
 میں زائد ہوا۔ اس کو دیکھ کر ہم پہلے بہت متروک ہوئے مگر بعد ازاں  
 غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ۵۰۰ کا زیادہ حصہ اُمرا کے بڑے بڑے  
 دیران اور بیکار اور غیر آباد مکانون پر پڑا۔ میونسپلٹی کے عمال  
 اور مہتر وغیرہ کا دربار ہمیشہ صبح و شام ہمارے گھر رہا کرتا تھا اور  
 بجائے عصا۔ سونٹے اور مچھل کے ہم جھاڑو۔ ٹوکری اور دوڑی  
 اسی قسم کی چیزیں دیکھا کرتے تھے بعض کاموں کے لیے ہم خفیہ  
 طور پر اپنے وارڈ کے افسران میونسپل سے چندہ بھی لیتے تھے  
 اور اُس چندے کو بالکل صفائی نیت سے صفائی وغیرہ کے  
 کام میں خرچ کرتے تھے اسکے علاوہ اکثر رعایا اور افسرانِ ماتحت  
 پر بے تیواری وغیرہ میں نذر و تحائف لاتے اور بہت دق کرتے  
 تھے فقط اُن کی دل شکنی کے خیال اور اپنی اہلیہ صاحبہ کے بیجا  
 اصرار سے ہم اُن چیزوں کو رسوا چھو کر اپنے سامنے سے فوراً ہٹا

دیتے تھے۔ میونسپل کے بازار میں روز علی الصباح ہر فصل میں  
 ہم جاتے اور ہر قسم کی ایسی چیزیں جو بغیر پکانے کھائی جاسکتی ہیں  
 انکو بلا کسی قسم کے خوف کے چکھتے اور ان کی حالت پر کیا نہ اندازہ  
 سے غور کرتے تھے۔ اس کام میں گو ہمارے معدے پر اکثر بہت بوجھ  
 پڑ جاتا تھا اور بد ہضمی وغیرہ کا خوف ہوتا تھا مگر ہم ایک شہر کی  
 جان اور صحت کے مقابلے میں اپنی جان اور صحت کی مطلق پروا  
 نہیں کرتے تھے۔ اشیاء کو پکانے کے لائق ہیں انکو ہم حفاظت  
 سے گھر لے آتے تھے اور خوب احتیاط سے پکوا کر اور کھا کر ان کو  
 جانچتے تھے۔ ان چیزوں میں سے ایک تبقہ بھی ہمارے گھر میں  
 کوئی اور نہیں کھاتا تھا کیونکہ اولاً زائد لایا اور پکایا ہی  
 نہیں جاتا تھا۔ ثانیاً ہم خود اس میں سے اس نظر سے نہیں  
 چھوڑتے تھے کہ کوئی غیر مستحق پبلک کا مال کھا سکے۔  
 اکثر ہم حفاظتِ صحت رعایا کی فکر میں خود بیمار ہوتے اور  
 ہماری جان پہ آہنی مگر ادھر صحت ہوئی اور صبح ہو کر لوگوں نے  
 میونسپل کے بازار میں کھانے کے کام میں بدل مشغول پایا۔  
 ویسے منحوس اور بخیل امر کہ جو میونسپل کے نام سے ایک جہہ بھی اپنی  
 تجویز سے نکالنے پر راضی نہیں ہوتے اور جنہوں نے کبھی کسی طرح کی

مدد فراہ عام کے کاموں میں نہیں دی اُن سے بھی ہماری حکمت  
 عملی روپی وصول کر لائی گوئی متعدد دگاڑیوں کے ذریعے سے  
 ہم نے اُن سے آسانی سے روپی وصول کیے اور ایک صاف اور  
 اچھا کام میلی طرح سے لیا اُن کے گھروں کے آس پاس سے  
 صبح و شام میلے کی گاڑیاں جانے لگیں اور میلے کا مدفن اُن کے مکان  
 کے قریب میں اس انداز سے کیا گیا کہ دو چار روز میں ناک میں دم آگیا  
 ناچار انھوں نے سیکڑوں روپی میلے کے انتظام و انتقال و دفن و دیگر  
 امور کے متعلق ادا کیے۔

سٹرکوں اور عمارتوں کے ٹھیکہ دار جو میونسپلٹی کو لوٹا کرتے ہیں  
 اسکا اسناد بھی ہم نے کیا تاکہ انکو کوئی موقع غریب ٹکس دینے والوں کے  
 روپی کے برباد کرنے کا نہ ملے۔ ہم نے میونسپلٹی کے اکثر کاموں کا بے نامی  
 اور فرضی دوسروں کے نام سے ٹھیکہ لینا شروع کیا اسمیں علاوہ میونسپلٹی  
 کے روپی کے پچنے کے ہمارے چند متوسلین اور غریب عزیزوں کی برکات  
 بھی ایک جائز طریقہ سے ہو جاتی تھی اُن کو ہر کام معمولی ٹھیکہ دار سے  
 کم روپی اور کم زمانہ میں کرنا پڑتا تھا اور ہم نہایت سختی کے ساتھ  
 انکے کاموں کو جانچتے اور دیکھتے تھے برابر اس کا انتظام کرنا پڑتا تھا  
 کہ سال کے ختم ہونے کے قبل تمام سٹرکیں۔ پل وغیرہ جدید تر بننے لے



طیار ہو جاتیں۔ بلکہ ایک مہینا قبل سے خاک اڑا اڑا کر اپنے دہن  
 حال کے سوراخ ٹکس دینے والوں کو دکھلائیں۔ تاکہ آرام طلبی  
 کی انگریزی عادتیں ہمارے شہر کے غریب اور محنت کش لوگوں میں  
 نہ ہوں اور انکو ایک ولایتی صاحب بنکر زندگی بسر کرنے کی مجبور  
 نہ ہو ہم برابر تمام پانی کی گاڑیوں کو انگریزی محلوں میں اپنے وارڈ  
 بھجوا دیتے تھے جہاں انکی پوری ضرورت تھی۔

ہندوستانی محلوں میں جاروب کشی کی گاڑی روز صبح کو  
 سڑکوں اور گلیوں کے صاف کرنے کو آتی تھی۔ اور انگریزی  
 محلوں میں دیر سے جاتی تھی۔ جن گلیوں میں کہ لوگ میلا اٹھانے  
 میں غذر کرتے تھے وہاں البتہ گاڑی کے بھیجے جانے میں غذر ہوتا  
 تھا۔ وگرنہ یوں میلے کی گاڑیوں کے آنے کی شکایت بہت کم تھی  
 ہر ٹیل اور مکان بنانے کی اجازت لینے میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ میوئل  
 فنڈ میں کچھ ٹکس یا نذرانہ یا فیس دینا ضرور ہے۔ حالانکہ اُس کے لیے  
 کوئی مدد نہیں۔ صرف سادے کاغذ پر ایک درخواست کافی ہے۔ مگر  
 فرط فیاضی سے لوگوں کا ایسا خیال ہو گیا تھا کہ وہ ایسی اجازت کے  
 حاصل کرنے میں ہمیں کچھ نہ کچھ دینا اپنا فرض سمجھتے تھے اور اس رقم کو  
 اعوان کے ساتھ دیتے تھے چونکہ پبلک کے لیے یہ رقم خود بخود

آتی تھی اس لیے ہم اسکو خلاف قانون بھی لیکر میونسپل فنڈ میں اپنے نام سے جمع کر دیتے تھے۔ اور نوٹ کر لیا تھا کہ ترمیم قانون کے وقت اجازتی فیس کی مدبڑ ہائی جاے۔

مذبح کا ٹھیکہ ہمارے بعض عزیزوں نے فرضی طور سے لیکر قصا بون کو غلاطت اور کثافت کی چھری سے اہل شہر کی صحت کے ذبح کرنے سے روکا اور تازہ اور طیار اور صحت بار گوشت کا بندوبست نہایت مشکل سے ان کے لیے کیا۔ تاکہ ہمارا دباؤ ملازمان میونسپلٹی پر رہے۔ اور پبلک کا کام عمدہ طور سے انجام پائے۔ ہم اکثر جنچے ہوئے آزمودہ کار اور ذیشعور اقربا اور متوسلین کو اہلکاران میونسپلٹی میں بھرتی کرواتے تھے۔ اور ان پر ہمارا خانگی اور سرکاری دونوں ہی قسم کا دباؤ رہتا تھا۔ جس کو کام کے انجام دیتے وقت وہ لوگ ہرگز اٹھانہیں سکتے تھے۔ اور اس وجہ سے ہر کام آسانی اور خوبی سے انجام پاتا تھا۔

آنزیری بیچ پر ہم اور بھی زیادہ جکے اور ہمارے قانونی اور لطبعی جوہر خوب ہی کھلے۔ ہم پر انارشی مجسٹریٹ کا الزام تو لگ ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ ہم تو ایک قانون دان اور تجربہ کار وکیل تھے۔

چیرے میں ہمنے اپنی حکومت اور داب و رعب کا سکہ اہل شہر  
 خصوصاً بد معاشوں کے دلوں پر بٹھا دیا اور شل مشاہرہ دار مجبوروں  
 کے اپنے ذمے کے مشکل کاموں کو پوری آزادی سے انجام دینے  
 لگے۔ ہمارے احباب و کلا اور مختاروں کی وکالت ہمارے اہل  
 میں خود بخود ترقی پکڑنے لگی اور ہمارے خاص خاص مقتدا علیہ  
 لوگوں کا اثر متخاصمین پر بے اختیار نہ پڑنا شروع ہوا۔ مقتدا  
 کے سارے نکات ابتدا انتہا اور جملہ حالات سے ہم باوجود قصد  
 نہ کرنے کے پہلے ہی سے واقف ہو جاتے تھے۔ بہت سے حضرات  
 بالکلیہ مقتدون کا ذکر دیتے تھے اور بعض کو سفارش کا پیرایہ اختیار  
 کرنے میں بھی خوف اور لحاظ نہیں ہوتا تھا۔ اہل معاملہ اپنے دوسرے  
 عزیزوں کے نام سے ڈالیاں کھائے بھجواتے تھے اور ہم غایت  
 مروت اور پابندی رسم کی وجہ سے ان کے قبول کرنے  
 سے انکار کرنے میں خوف کھاتے تھے۔ اکثر شہر کے بد معاشوں نے  
 نرالے وقتوں میں دور سے ہکو وھکا یا بھی تھا اسکے سوا اور طرح  
 بھی ہماری راے پر اثر ڈالنے کی تدبیر کرتے تھے۔ بعض رسا اور ہبا  
 اختیار عورتیں بھی خاص خاص وقتوں میں موقع پا کر بعض مجرموں کی  
 نسبت درپردہ راے زنی کر جاتی تھیں اور قبل اسکے کہ ہم انکو ایسے

ناجائز امر کے بیان کرنے سے باز رکھیں وہ سارا حال یا اہل حال  
 کہ گزرتی تھیں یہ ساری خرابیاں فقط ہماری سوسائٹی کی عدم تہذیب  
 یافتگی کی وجہ سے تھیں جس سے ہم کو بہت کچھ دلی تکلیف اور مارا ل آزار  
 ہمیشہ پہنچا کرتا تھا۔ گو صحیح معلومات کے ذخیرے سے تجویز و معاملات  
 میں بڑی مدد ملتی تھی مگر ہم کبھی ان خارجی باتوں کا اثر اپنے تجویزی  
 خیالات پر نہیں ہونے دیتے تھے اگرچہ ہمارے دشمن اور اعدا اس کو  
 نہیں مانتے تھے۔ اکثر مجرموں کو رحم دلانہ بزدلی سے ہم خفیہ سزا  
 دیتے اور اکثر مقدمات میں حکمت عملی کی قوت سے صلح کرا دیتے۔  
 شاہراہوں کے سیمائی سے غلیظ اور ناپاک کرنے کا ایسا السداد  
 سنگین سزا دے دے کر ہنسنے کر دیا تھا کہ شہر کے عوام بے تمیزی سے  
 گھنا موتنا بھول گئے تھے اور لوگوں کو فطرۃ احتیاط کے سبب اپنے  
 باخاؤں اور گھر کے آس پاس کی افتادہ زمینوں میں بھی تہ تکلفی  
 اور آزادی سے بول براز کرتے وقت اکثر غیر ضروری شامل ہوتا تھا  
 گویا ہمارے رعب کا پھرہ فطرتی دروازوں پر بھی میٹھ گیا تھا۔ عمال کی  
 پرورش برابر ہم کو مد نظر رہتی تھی۔ انکو اپنی عظمت کے بڑھانے اور  
 سامان پرورش کے مہیا کرنے میں ہم ایسی مدد دیتے تھے جو واقعی ہمارا  
 ایک اخلاقی فعل خیال کیا جاتا تھا اور جس سے چند غریب بچے مانسوئی

پرورش بلا مضرتِ غیر سے ہو جاتی تھی۔ عمالِ پنج اکثر اپنی خانگی تقریبوں  
یا آؤر ایسے ہی مواقع پر تحفہ و ہدایا ہمارے لیے نہایت خلوص اور محبت  
اور حسن عقیدت کے ساتھ لاتے تھے اور ہر کو مجبوری سے نہایت کراہ اور  
نفرت کے ساتھ قبول کرنا پڑتا تھا کیونکہ پھر دینا انکی دل شکنی اور بدل  
آزاری کا باعث ہوتا۔

دل میا زار و ہر چہ خواہی کن

کبھی کبھی انکا ایسے سامان سے آنا کچھ چنداں قابلِ اعتراض نہ تھا مگر  
چونکہ یہ لوگ کثرت سے تقریبات کیا کرتے تھے اور گویا ہر مہینے ہمارے  
پاس کھانے کھلانے کی چیزیں لیکر آتے تھے اسلئے ہماری نظروں سے  
وہ روز بروز اترتے اور برعکس اسکے ہماری بیگم صاحبہ کی آنکھوں میں  
غیر محسوس طور پر بلند جگہ پاتے جاتے تھے۔

تعلیمی کمیٹی میں بھی ہم اپنا بہت وقت دیتے تھے اور اپنے  
تجربوں سے بہت سی تعلیمی وقتوں کو گھٹاتے تھے۔ تقریر وغیرہ کے  
وقت ہم اس کمیٹی میں زیادہ محنت اس نظر سے کرتے تھے کہ اچھے  
لوگ صیغہ تعلیم میں مقرر ہوں۔ جب کوئی عہدہ خالی ہوتا ہمارے  
گھر پر بغیر کسی کو بلائے نہایت ہجوم ہو جاتا تھا اور ہمارے عزیز و اقارب  
سے اس زمانے میں امیدوار لوگ زیادہ ملاقات کرنے لگتے تھے

تاکہ انکی واقعی قابلیت کی کیفیت سے ہم کو خاگنی طور سے اطلاع ہو عجب  
 تماشا ہے ملک میں ہر کہ صیغہ تعلیم ایسے معصوم صفت سر رشتے میں بھی  
 امیدوار لوگ ممبروں پر الگ تھلگ زرباشی سے اثر افشانی کیا جاتے  
 ہیں چنانچہ دو ایک مرتبہ ہم اس وقت میں خواہ مخواہ پھنس کر صفت میں  
 کسی قدر بدنام ہوئے۔ ایک امیدوار ہمارے لیے لکھنؤ سے علوان ہون  
 اور پٹری لایا تھا۔ گو ہم نے قبول کرنے سے انکار کیا مگر یار لوگوں نے  
 اس کو اور طور پر مشہور کر کے خوب زہر اگلا۔ البتہ ہم اکثر غریب بڑا شکی  
 تا یہ بیت سی ترکیبوں سے کیا کرتے تھے کیونکہ وہ شخص ہماری راہ میں  
 اُمر کے لڑکوں سے تا یہ کاستھی تھا اکثر طبسوں میں ہم ایک بڑا لمبا  
 چوڑا مسودہ امورات تعلیم کی ترسیم اور اصلاح کی نسبت پیش کر دیا کرتے  
 تھے اور بعد بحث و تکرار کے گو وہ مسودہ ہمیشہ نامنظور ہوتا تھا مگر ہماری  
 کوشش بلیغ کا اثر ممبروں پر بے پڑے نہیں رہتا تھا کبھی قصاص  
 کے بدلنے پر راے دے دی۔ کبھی ہاسٹروں کی تعداد بڑھانے پر  
 زور ڈالا۔ کبھی مولوی کا مشاہرہ بڑھانے پر بے معنی اثر پڑے اور غل  
 مچا دیا۔ کبھی دوسرے ضلع کی تعلیمی حالت دیکھنے کے لیے سفر اختیار  
 کر کے اخبار دن میں دھوم سے اُس کا حال چھپوا دیا۔  
 مستحق ہونے کی حالت میں ہم نے کبھی انگریزی دیانت اور

پاکبازی کے خیال کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیا گو ہم اُس سے بخوبی واقف  
 تھے اور اکثر موقع پر اُسکی مدحت بھی کرتے تھے۔ ہمارے ملک اور ہمارے  
 قوم کی تعلیمی حالت ایسی گھٹی ہوئی تھی کہ اگر امتحان لینے میں سختی  
 کیجاتی اور انگریزی خشک اور بے فیض دیانت سے کام لیا جاتا تو  
 ان ضلوع میں دس بیس آدمی بھی شاید ہی تعلیم یافتہ ملتے۔ امور ات  
 خیر اور دوسروں کی بھلائی میں کوشش کرنے کے اُس وسیع اصول کو  
 ہم نے ممتحن ہونے کی حیثیت اور حالت میں بھی برابر دل میں کھا جسکو  
 داسے درے قلمے قدے کے مقولے میں کسی نیک باطن اور صاحب  
 خیر شخص نے منضبط کیا ہے ہم اکثر طلبہ کی واقعی حالتِ تعلیمی خانگی طور پر  
 اور وسائل سے دریافت کر کے اُسی لحاظ سے نمبر دیتے تھے اور اس  
 فیاضانہ اور نیک نیتانہ طرز امتحان پر جو اکثر حاسدین ہموطعن سے  
 یاد کرتے تھے انکو شاید اسکی خبر نہ تھی کہ ہمارا ملک ہر وقت تک ایسے  
 سخت امتحانوں کے لیے طیار نہیں تھا اور شاید آج بھی پورا طیار نہیں ہے  
 جسکا ثبوت ہر امتحان سے ہو سکتا ہے ہم ایسی شکایتوں کی پروا نہیں  
 کرتے تھے کیونکہ ہماری نیت سراسر بخیر تھی۔ سیکڑوں آدمی کی پرورش  
 سامان مہیا کرنے میں اگر کسی قدر بے ضابطگی بھی ہوتی ہو تو وہ کوئی  
 جرم یا گناہ نہیں ہے اگر شراب خوری جبرۂ فشان بر خاک ہے

ازان گناہ کہ نفع سے بد بخر چہ پاک

## بارہوان حصہ

پیشہ و کالت میں بہت سے وجوہ سے کہ جو ناگفتہ بہ ہیں ہم کو حسبِ خواہ  
روپیہ کماتے اور ایک کافی سرمایہ جمع کرنے کا موقع نہیں ملا مگر الحمد للہ اسکی  
کسر ملک لائف میں ہماری زبرداری اور حکمت آمیز جست و خیز سے بہت  
کچھ نکل گئی اور ہماری ظاہری اور باطنی حالت برابر فوق البشر کی رہی  
ناواقفوں کو ہماری حالت کے انقلاب سے تعجب ہوتا تھا۔ اور واقف  
اور دانشناس حسد کی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ اس نئی زندگی کے  
دنگل کو ہم نے نہایت پر جوش اور پُر شورش پایا اور اس میدان میں  
ہم نے بڑے بڑے نوابوں زمینداروں اور عمدہ داروں کو حکمتِ عملی  
کے پیچ پر چڑھا کر دے مارا۔ گاہے ماہے ہم نے بھی ایک آدم  
گھٹا اور لنگی سخت کھائی جسکا صدمہ ایک عرصے تک رہا۔ ہماری  
تجربے کی جو بین ایسی بے لاگ آبِ زیرِ کاہی اصول پر چلتی تھیں کہ ہمارے  
مارے ہوتے نے اکثر کم پانی مانگا۔ اس پولٹیکل لٹرائی میں اکثر ہمارے  
ہاتھوں سے دانستہ اور نادانستہ طور پر بڑے بڑے لوگوں کو سخت  
صدمہ پہنچا۔ بعض تو عمر بھر کے لیے کنوڑے ہو گئے اور بعض کو خود بخود  
شہرِ مدینہ ہونا پڑا۔ ہماری خاص محکامہ سی کی قوت نے بڑے بڑے سپر



لوگوں کے زہرے آب کر دیے تھے اور تمام شہر بلکہ ضلع بھر میں ہماری  
 رسائی اور اختیارات کا ڈنکا بجا ہوا تھا۔ دونوں وقت ہمارے گھر پر  
 صاف دربار کا طور رہتا تھا اور مختلف طرح کے پولیٹیکل امیدوار صلا  
 و تائید اور بھی ہمارے تمدنی تھپڑ کی ضرب سے محفوظ رہنے کے خیال  
 اور خوف سے مجبورانہ ہماری دربار داری کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا  
 کہ اکثر انگریزی اور اردو اخباروں میں ہمارا نام مختلف صیغہ میں چھپتا  
 تھا اور شاید ہمارے صوبے میں کوئی کمیٹی رفاه عام کے کاموں کی  
 ایسی کم تھی کہ بغیر دریافت حال و مقاصد کے ہم اسکے ممبر نہ ہو گئے ہوں۔  
 بہت سے لوگوں نے ہکو ممبر وغیرہ بنانے کے لیے درخواستیں بھی کی  
 تھیں۔ یہ ہمارا روزانہ دربار واقعی طور پر بہت سے اسباب کے  
 مجتمع ہونے کے سبب دربار بھی تھا گو بہ ظاہر اسکی باصلی چمک خیر و شیم  
 لوگ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مقام غور ہی کہ ہم سارا کام اور مشغول آدمی  
 کیونکر اپنا اس قدر بیش قیمت وقت مفت ضائع کر سکتا تھا اور کیونکر  
 عقل اس بات کی اجازت دے سکتی تھی۔

بلکہ لائف میں نہایت آسانی سے ہکو بہت سے مفید نو  
 پختہ تجربہ حاصل ہو گیا تھا۔ سلوٹری کا کام ہم خوب کرتے تھے خاص کر  
 ولایتی گھوڑوں کے علاج میں ہمارا نام بہت مشہور تھا۔ مکان جو

سجائے تھے چلے کے اسباب بجا ریت خوب منگواتے تھے۔ گاڑی  
گھوڑے کی دلائی بہت شایستہ عنوان سے ہم سے بن بٹنی تھی۔  
عاشق و معشوق کے مزہ دار اور لذت بار جھگڑون کو ہم اس نزاکت  
اور متانت سے چکاتے تھے کہ صلح کے بعد لڑائی کی بد مزگی مطلق نہیں  
رہتی تھی بلکہ سابق کی شکر رنجی کا قصور شکر ریز اور شکر بیز ہو جاتا تھا۔  
خلاصہ یہ کہ ہر روش زندگی میں ہم نے اپنے کو ایک بہت ہی خوشگوار  
اور منفعت بار طور سے استعمال کر کے اپنا اور دوسروں کا کام بنایا تھا  
اور یہی وجہ تھی کہ ہمارے حلقہ مخاص کے لوگ ہم کو شہ فیض اور مرجع  
خلاق کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ ہماری تمام تر خواہش اعلیٰ درجہ ترقی پر پہنچنے  
کی ہو چکی تھی اور ہمارا نام بھی بہت سے عام اور خاص وسائل سے  
گورنمنٹ تک پہنچ چکا تھا۔ یہ بات ایک زمانے کے تجربے سے  
ثابت ہو چکی تھی کہ ترقی کے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا بغیر دار السلطنت  
میں قیام کرنے اور وہاں کی تمدنی اور اخلاقی گھڑوڑ میں بازی لہجائی  
کے غیر ممکن ہی مگر ہماری مالی حالت اس قابل نہ تھی کہ ہم حکومت میں  
جا کر ایک آزادانہ لائق میں رہتے اور ہر مطلع پر سامع پورے سرسما  
کے چمکنے اس خیال سے ہمارا دل اکثر سست رہا کرتا تھا اور اکثر ہم

اس مشکل سے بچنے کی تدبیر سوچا کرتے تھے۔ دنیا کے تاریخی حالات  
 اور موجودہ واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ امر ثابت ہو گیا تھا کہ یکایک  
 دو لہند بننے اور عیش کرنے کی کوئی تدبیر ایک دو لہند بی بی کے میسر  
 آنے سے بہتر نہیں ہے۔ ہم دیکھتے تھے کہ شادی کے ذریعے سے  
 ہزاروں آدمی ولایت اور ہندوستان میں امیر بن چکے ہیں اور  
 روزانہ بننے چلے جاتے ہیں۔ ابتدا سے عمر میں عدم تجربہ کے باعث  
 اس ضروری مسئلے کی طرف تہاڑی پوری توجہ نہیں ہوئی اور اس غلطی کا  
 نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک معمولی نیک سیرت اور خوبصورت بیگم سے  
 ایسا محبت انگیز تعلق پیدا ہو گیا کہ نادان اور ناتجربہ کار لوگ شکو  
 ہماری بی بی کے لقب سے مشہور کرتے تھے اور یہ نہیں سمجھتے تھے  
 کہ ایک شریف اور تہذیب یافتہ آدمی کے آلہ رفع ضرورت  
 (خواہ وہ شرعی ہو یا عرفی) اور اسکی بی بی میں آسمان و زمین کا  
 فرق ہے اور ایسے ایک معمولی تعلق کے پیدا کرنے سے کوئی شخص  
 عمدہ شادی یا نکاح کے لیے ناقابل نہیں تصور کیا جاسکتا۔  
 خیالات کی بستی اور مختلف قسم کی بدظنی کی وجہ سے ہمارے معاندین  
 اس تعلق ضروری و مخفی کو اس انداز سے شہرت دیتے تھے کہ  
 جس سے ہمارے نقصان کا بہت گمان تھا بلکہ سہقد تو ہو بھی چکا تھا

کہ اپنے ملک میں ہم کوئی حسب خواہ شادی یا نکاح نہیں کر سکے اور  
 بمجبوری دوسرے شہروں کی طرف بھگوسونے کی چڑیا کی تلاش  
 میں حکمت عملی کا پھندا لیکر جانا پڑا۔ کلکتہ ایک بہت دراز سے ہے  
 قسم کی سونے کی چڑیا کے لیے موصوف تھا اور وہاں اعلیٰ درجے کی  
 تعلیمی ترقی اور مختلف پیشوں اور ملکوں کے نو دولت لوگوں کے  
 جمع ہونے کے سبب ایسی چڑیا کی خریداری بہت آسان تھی  
 بلکہ چڑیا دالے خود بھی خریدار کی تلاش قدر دانی کے ساتھ کرتے  
 تھے۔ مختلف قسم اور ملک کے نو دولت امیر اور بعض خاص قسم کے  
 تجارتی و قمار معاملات ازدواجی کو نہایت وسیع نظر سے دیکھتے تھے  
 اور بڑی آزادی اور کشادہ پیشانی سے چٹ منگنی پٹ بیاہ کے طور پر  
 ان معاملوں کو انجام بھی دیتے تھے۔

ان تمام پہلوؤں کو سوچ کر اور اپنی آئندہ کارروائیوں کا ایک  
 برجستہ نقشہ ذہن میں کھینچ کر ہم نے سامان سفر کلکتہ درست کرنا  
 شروع کیا اور ایک قلیل عرصے میں اپنے سارے سفری پر پڑے  
 درست کر کے ہم جانب کلکتہ روانہ ہو گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں  
 مع الخیر منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ پہلے سے ایک انگریزی محلین  
 ہمارے لیے ایک اوسط درجے کا مکان ایگرمنٹ کے ذریعے سے

لیا جا چکا تھا۔ وہاں پہنچ کر ہم نے اپنی ظاہری حالت کو ایک پبلک  
 لائف کانفیس اور سنجیدہ پیرایہ دیدیا اور خانگی اور دوسری  
 حالتوں کو بعض مصلحت سے نوابی کے رنگ میں گہرا رنگا اور  
 اپنے کو اپنے شہر کا ایک مال دار رئیس مشہور کروا دیا۔ ہمارے ساتھ  
 ہمارے مدح خوانوں کی تجربہ کار جماعت مصاحبوں کے نام سے تھی۔  
 یہ لوگ مختلف حلقوں میں پہنچ کر ہماری صفاتِ حسنہ کی ایک لمبی  
 فہرست بیان کرتے تھے اور ہر روز ہماری رسائی کے حلقے کو زیادہ  
 وسیع بناتے تھے۔ ایک ہفتے میں ساز و سامان سے آراستہ  
 ہو کر اور مکان کو اچھی طرح سج سجا کر نہایت زرق برق لباس  
 سے محکّم عالی مقام کی ملاقات کو نکلے اور ایک مہینے میں ساری  
 چورنگی اور تمام دفاتر کی خاک اڑا ڈالی۔ ملاقات میں یہ بات صاف  
 معلوم ہوتی تھی کہ ہماری مجموعی حالت اور گرفتار اور رفتار کا اثر  
 محکّم پراچھا پڑتا تھا اور ہماری غیر محدود معلومات سے وہ لوگ نہایت  
 متحیر اور سرور ہوتے تھے۔ جو محکّم کہ ہماری خاص سرپرستی فرماتے  
 تھے انہوں نے اپنے طور پر بھی ہماری نسبت عمدہ رائے ظاہر  
 کی تھی اور یہ کہ دیا تھا کہ ہمارے اصلی جوہر کے چمکنے کے لیے سکتے  
 سے عمدہ کوئی مقام نہ تھا۔ ہمارے ہندوستانی احباب بھی ہم کو

نے آٹھ اور مٹھون نے بھی انگریزی اور ہندوستانی سوسائٹی میں  
 ہم کو ایک غیر معمولی قابلیت نادر تجربے اور اعلیٰ منصوبے کا آدمی  
 بیان کر کے اپنا رنگ جمایا۔ شام کے بعد ہم نے ایک مختصر سی چائے کی  
 صحبت بھی اس غرض سے مقرر کر دی کہ ہر قسم کے لوگ خصوصاً  
 شہر خیرے ہمارے ہاں آئیں اور گھر بیٹھے ہمو خبریں معلوم ہو کر یں۔  
 کلکتہ میں ہندوستانی سوسائٹی کے ساتھ ہم نے بہت غور سے  
 ہوا کا رخ دیکھ کر سلسلہ موافقت و اتحاد بڑھادیا تھا کیونکہ اگر  
 اس خصوص میں ہم غلطی کرتے تو ہمارا کس قدر نقصان ضرور ہوتا  
 اور ہمو اپنی حکمت عملی سے آخر پچھتا نا پڑتا۔ دو تین مہینے میں ہمارے  
 دوستوں نے غل کر دیا کہ ہم ساگو یا قابل اور پبلک مین ہیکار نہیں  
 رکھا جاسکتا اور مسلمانوں کی ایسی بڑی تمدنی کمائی مفت ضائع نہیں  
 کیجا سکتی پھر تو تاثر توڑ آج ایک کمیٹی اور کل دوسرے جلسے اور  
 اور پچیسویں تیسری انجمن کے ممبر لائف ممبر اور آنریری سکریٹری  
 مقرر ہونے لگے۔ دو چار جلسوں میں ہم نے تقریر بھی کی اور اخباروں  
 میں ہمارا نام بھی رویدا دے ساتھ چھپا۔ طرفہ تو یہ تھا کہ جو کچھ ہم تک  
 آتے تھے اسیں ابتدا اور اخیر کے چند لفظوں کے سوا اس وضع  
 کی تراش خراش کیجاتی تھی کہ اپنی اسپرچ بڑھکر خود ہم کو ایک

پُر لطف شک پیدا ہوتا تھا بعض بعض اسپتال خیرات خانوں اور رفا  
کے کاموں میں ہنسنے قلیل چندہ وغیرہ بھی دے دیا اور اب ایسا  
انتظام ہو گیا کہ سبزن بھر ہمارا نام ہر ہفتے ڈیلی اخباروں میں  
نکلنے لگا۔ پبلک لائف میں قدم جما کر اور اپنے نام کو ایک اوسط پونے  
کی شہرت کے زینے پر چڑھا کر ہم نے اپنی عنانِ توجہ کو ازدواجی ترقی  
کی طرف آہستہ سے موڑ دیا۔

ہمارے نوآبی ٹھاٹھ کا اثر ایسا بڑا تھا کہ ادھر ادھر شکار لوگ  
اپس میں اس امر کو دریافت کرنے لگے تھے کہ آیا ہم متاہل تھے یا مجرد  
ہمارے مصاحبوں نے ہم کو برابر مجرّد مشہور کیا اور یہی واقعی امر بھی  
تھا۔ ہماری جاید اور ریاست و لیاقت کی نسبت بھی بعض گوشوں  
سے گوش بہ گوش استفسار ہونے لگا تھا جسکے جواب میں ہمارے اجاب  
اور متوسلین ایک مَطْوَلِ فہرست پیش کرتے تھے اور ہر تلاش کے  
استفسار کی پیاس کو معلومات کے آبِ سرد و شیرین سے اچھی  
طرح بجھا دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس مضمون کو بھی شہرت ہوئی کہ ہمارا  
کھلنے میں شادی کا قصد ہی اور بعض خانگی وجوہ سے ہم دار السلطنت کو  
اپنا وطن بھی بنایا چاہتے ہیں بشرطیکہ ہماری پسند اور مرضی مطابق  
سامانِ خانہ آبادی تمنا ہو جائے۔ قلیل ہی عرصے میں بڑے بڑے

مہتران قوم گوشت کے لحم و شحم اور اقسام نباتات خشک و تر کے  
سر سبز تجارت بعض آزاد خیال اور دولتمند گیات اور بعض قدیم خاندان  
کی ایسی جہان دیدہ اور دور بین خاتونوں کے ہاں سے کہ جبکہ خاندان  
عظمت نشان میں علم موسیقی کے بڑے بڑے کامل الفن گزرے  
تھے شادی اور نکاح کا پیام و سلام آنے لگا اور ہم اسپر غور کرنے اور  
ہر ایک معاملے کو اس کے تمام تعلقات کے ساتھ جانچنے اور تولنے لگے۔

### تیرھواں حصہ

یہ پیام چونکہ معمولی گھروں کے نہ تھے اور غربت میں ایک نکاح  
کر کے جو مصیبت کہ ہم نے اٹھائی تھی وہ بھی ہم کو یاد تھی اس لیے ہر پیام  
مسترت فرجام کے پہلوؤں پر ہم نے خوب غور کیا اور ہر ایک کے فائدے  
اور نقصان اور مشکلات کا مقابلہ صحیح طور سے کر کے ہر ایک کو خوب جانچا  
کیونکہ ہر گونے فرمایا ہے ع

چرا کارے کند عاقل کہ بار آ رہشمانی

انہیں سے ایک پیام کسی ایسے علم دوست ملک التجار کی اکلوتی  
نواسی کا (جس کو علم نباتات اور فن باغبانی وغیرہ اس کی خاص شاخوں  
کے ساتھ ایک ازلی مناسبت تھی) نہایت بے خلش اور بے منفعت  
تھا۔ اُس گھر میں کوئی مرد وارث یا قرابت دار نہ تھا اور کل ختیا رت



اور انتظامات ریاست کی غمان ایک سن رسیدہ اور نیم بدحواس خاتون کے ہاتھ میں تھی۔ یہ ملک التجار مرحوم کی بیوہ تھی اور اُسکی وارث فقط ایک کم سن ناکھڑا نواسی تھی۔ القصہ یہاں سے جب باضابطہ شادی کی گفتگو چھڑی تو دُلہن والوں نے بعد معمولی اور ضروری ابتدائی مراتب طے پانے کے ہم سے ہمارے خاندان کا نسب نامہ طلب کیا۔ یہاں تو سالہا سال پیشتر سے بمصدق

مردِ آخر میں مبارک بندہ ایست

ہے نہایت محنت اور جانفشانی سے کتبِ تواریخ اور تذکرۃ الاولیاء وغیرہ کی مدد سے ایک پُر شوکت اور مستعلیق نسب نامہ درست کر رکھا تھا جسکی مختلف شاخیں ہمارے ملک کے قریب قریب تمام بڑے بڑے نامی خاندانوں سے ملی ہوئی تھیں۔ فوراً اس نسب نامے کو ایک کچھو اب کے غلاف میں رکھ کر ہم نے دُلہن والوں کے حوالے کر دیا۔ اسکے معاینے سے انکی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ یہ کوئی معمولی دستِ آویز تو تھی نہتیں بلکہ برسوں کی کوشش اور تلاش اور کاوش میں فنِ تاریخ اور ہماری ذہانت کی مدد سے درست ہوئی تھی۔ یہاں تک تو خیر تھی مگر بڑی مشکل اُسوقت پیش ہوئی جب کہ اُن لوگوں نے ہماری جاہلاد اور سامانِ ریاست کے متعلق تحقیقات شروع کی کیونکہ اس

مدین بیان سوا اللہ ہی اللہ کے آؤر کیا تھا۔ مگر خیریت یہ ہوتی کہ  
 ان امور کے دریافت کرنے میں اُنکو آؤر لوگوں سے مدد لینا بڑی  
 اور اُنھنی کے قول پر مجبوری سے تکیہ کرنا پڑا اس خصوص میں ہمارے  
 اکثر روشن خیال نیک نیت اور رازدار احباب نے بڑی مدد فرمائی  
 اور دُلعن دالون کو ایسا آہستہ اور پیراستہ باغِ سبز ہماری جاہد  
 اور سر و سامان کا دکھایا اور ایسا نفیس خیالی نقشہ کھینچ کر پیش کیا  
 کہ وہ لٹو ہی تو ہو گئے۔

جب کہ ہر طرح سے بات منقح ہو گئی اور ہم نے اُنکی سخت اور  
 جابرانہ مشروط خانہ دامادی کو بہ کشادہ پیشانی قبول کر لیا اور برے  
 دکھائی کی رسم سے فرصت ملی اور ہماری طرف سے نشانی  
 بھی جڑھ گئی تو ایک مبارک اور مسعود دن دیکھ کر شادی کی تاریخ  
 مقرر ہوئی اور چونکہ ہم نے جزورسانہ خیال سے پردہ اٹھائے غنی  
 طریقہ شادی سے قطعی انکار کیا تھا اسلیے بالکل شرعی طور پر  
 شادی انجام پائی اور ہر چار طرف سے مبارک سلامت کا غلغلہ  
 بلند ہوا۔ شادی کے ہفتے عشرے کے بعد ہی سے حسب مشروط  
 کا بین نامہ ہم اپنی سسرال کی عالیشان کوٹھی میں رہنے لگے  
 اور اپنے فضول سامان کو ہر طرح سے کم کر دیا۔ ہفتے عشرے کے بعد

ہمنے دیکھا کہ اُس بڑی ریاست کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا نہایت درج  
 کی بے انتظامی امور اس ریاست میں پھیلی ہوئی تھی۔ کاغذات  
 کے معاینے اور تاریخی خاندانی حالات کے معتبر اہلکاروں سے سُنے  
 سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہماری بیوی کے مورث اعلیٰ بچم کے  
 کسی مقام سے سرکاری فوجی تعلقات کی وجہ سے دارالسلطنۃ  
 میں آکر بسے تھے اور برہما اور کابل اور پنجاب کی لڑائیوں میں اُن  
 بڑے بڑے کار نمایان خیر خواہی سرکارِ دولتمدار میں ظہور میں آئے  
 تھے اور یہ کل ریاست اُنکی قوتِ بازو کی کمائی تھی۔ چند روز میں  
 ہمنے مکمل تفصیلات کاروبار کو دیکھ بھال کر ایسا عمدہ انتظام کر دیا کہ کل  
 جاہلاد بجمیع الوجوہ محفوظ ہو گئی۔ ہماری شادی کا چرچا حکام میں  
 بھی ہوا اور اُن لوگوں نے بھی اس محمود قرابت کو پسند فرمایا اور  
 بعض دوستوں نے مبارکباد کا خط بھی لکھا۔ ناقص العقل عورتوں  
 کے ہاتھ میں چونکہ نقدیات اور جواہرات وغیرہ کار کھنا نہایت  
 خوف کی بات ہی اور کمپنی کا غذا اور دیگر اقسام ٹوٹ اور روپیہ بیک  
 میں اُنکے نام سے جمع رہنے میں پردے کی رسم بجا کی وجہ سے چونکہ  
 سیکڑوں طرح کی دقیقین عائد ہوتی تھیں اسلئے ہمنے رفتہ رفتہ نہایت  
 آسانی سے کل نقدیات اور جواہرات کو اپنے خاص قبضے میں اور کل

کمپنی کاغذ وغیرہ کو فقط حفاظت اور کاروبار کی آسانی کی نظر سے اپنے  
 نام کر لیا تھا اور اس طرح کہ اسکی خبر ہماری اہلیہ اور دنیا ساس کو مطلق  
 نہ تھی۔ ہماری بیوی چونکہ تعلیم نسوان سے مغربی اصول پر اعلیٰ درجے کا  
 فائدہ اٹھائے ہوئے تھیں اسلئے ہکو گھر سی من قریب کل کے مزے  
 باہر کے مل رہتے تھے اسلئے اور بھی اذوق و فضاہات کے خیال سے ہم نے  
 اپنی باہر کی سیر و تفریح کو بہت کچھ ترمیم کر دیا تھا اور ہماری کل کارروائی  
 اور خلعت اور برتاؤ کا نہایت عمدہ اثر سسرال والوں پر پڑا تھا۔  
 یوں تو ہر طرح ہم کل ریاست پر قابض و دخل تھے مگر وہ منحوس  
 اور موت کو گھر کئے والی بڑھیا ایک ایسی غلش تھی کہ ہر آن کانٹے کی  
 طرح ہادی آنکھوں میں لٹکا کرتی تھی اور جسکی غیر معمولی سخت جانی سے  
 مرگی اُمید ایک مدت تک کم ہوتی جاتی تھی۔ اسکا بند و بست بھی  
 ہم نے آسانی سے ایسا چست کیا کہ برس روز کے اندر ہی وہ فرطیات  
 اور ڈاکٹری دونوں کی متحد قوت کی سیلی سے زبردستی سراسر  
 جادو دانی کو (جہاں انکی بہت شدید ضرورت اور انتظار تھا) فنان  
 و خیران عقلمند عزیزوں کو ہنسائی اور احمق دردمندوں کو رولاتی ہوئی  
 تشریف لے گئیں۔ چونکہ عمر طبعی کا زینہ وہ مدت ہوئی طے کر چکی  
 تھیں انکا مرنا کوئی تعجب انگیز اور حسرت ناک بات نہ تھی بلکہ ایک

معمولی واقعہ تھا اس لیے ہماری اہل خانہ کو کچھ بہت زیادہ ملال ہوا اور جو کچھ ہوا بھی وہ اس مرحومہ کی خاص تحویل کی اسٹریفون اور زیورات کے بچانے سے کسی قدر سہرت سے مُبَدَّل ہو گیا۔

ان تمام انتظامی کاموں سے کہ نہیں سب سے مُشکل اور نازک کام اس مرحومہ اور مغفورہ کا سراپے جاودانی کو عجلت کے ساتھ روانہ کرنا تھا فراغت حاصل کر کے ہم ایک صاف دماغ اور ایک پاک اور قوی دل لیکر مشاغلِ عالیہ تمدن و اخلاق کی طرف مصروف ہوئے۔

اب ہم ایک مستقل رئیسِ کلکتہ ہونے کی حیثیت سے سوسائٹی میں ملنے بچنے اور اپنی جگہ حکمت اور زور سے لینے لگے۔ ہماری اس غیر معمولی ترقی کا نہایت جانگداز اور روح فرسار شک حاسدین کو ہوا مگر وہ سوا دم بخود رہنے کے بظاہر اور کیا کر سکتے تھے۔ اب ہم ہر جذبے کی فہرست میں بڑے بڑے سربراہِ آوردہ روسا اور رسا لوگوں سے مقابلہ کرنا اور اپنی دولتِ سرشت شدہ زوری کا اثر حکمتِ عملی کے ذریعے سے دکھانا شروع کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہم سوا گورنر جنرل لفٹننٹ گورنر اور ممبرانِ کونسل و بورڈ وغیرہ کے دوسرے محکام کا ذکر بھی اپنے حلقوں میں کم کرتے تھے اور ہر ایک

عالی قدر یورپین سے غایت درجے کی بے تکلفی اور دوستی کا اظہار  
 کر کے ناواقف کارون اور ڈھل بل یقینوں کو اپنے اثر اقتدار کے  
 دام میں اکثر پھنساتے تھے۔ علی الصبح میل ٹرین آتے وقت اکثر  
 ہماری گاڑی ہسٹراسٹیشن میں ہوتی تھی اور میل اسٹیمر کے کھلنے  
 کے دن ہم ضرور ٹیابرج جاتے تھے اور ان دونوں مواقع پر جو مغز انگریز  
 آتے یا جاتے بلجاتے تھے ان پر اپنے اطوار سے ہم اس بات کو ثابت  
 کرتے تھے کہ انھی کو لینے یا رخصت کرنے گئے تھے اور اس طرح ان سے  
 زبردستی شکریہ بھی لیتے تھے۔ سفارشی خطوں کا ایک بندھا ہوا  
 فارم تھا۔ جو امیدوار آتا اسکو بے دھڑک انگریزون کے نام اُسی  
 فارم کے مطابق خط سفارشی دیکر منون کرتے اور اپنی نیک نامی پھیلاتے  
 تھے۔ وہ خطوط انگریز حکام کے ہاتھ سے یکسر میلیے کاغذ کی ٹوکریوں  
 میں سرنگون جاتے تھے۔ گویہ امر ہم کو بھی مجبوری معلوم تھا مگر وہ آواز  
 دریا بخشیدن کے اصول پر ہلکو سفارشی خطوں کے دینے میں  
 مطلق تامل نہیں ہوتا تھا۔ جو کوئی مسلمان کہیں کسی محمدیہ پر  
 مقرر یا مامور ہوتا تھا اس کے تقریر میں خواہ مخواہ ہماری مدد اور شرکت  
 ضرور ہو جاتی تھی اور ہر مسلمان عہدہ دار کی تقریر یا تقریر کی دم کے  
 ساتھ ہم ضرور بالضرور اپنی رسائی کو شش اور ہمدردی کی دم کو

بلغمِ زرد مضبوط باندھ دیتے تھے اور تقرر اور ترقی کی کُنْہیہ خبر کے ملنے پر  
اُسکو یا اُسکے عزیزوں کو مختلف اضلاع میں ایک ایسے انداز سے  
مبارکباد لکھ بھیجتے تھے کہ اُسیر اسکا اثر بالکنا یہ پڑ جاتا تھا کہ مرنے بھی  
کلکتے میں اُسکے لیے ضرور کچھ نہ کچھ کوشش کی تھی یا کوئی کلمۂ الخیر کہا  
تھا۔ خطاب وغیرہ کے فرقۂ الحال امیدوار بھی ہماری حکمتِ عملی کے دانستے  
کی چمک اور خوشبو دیکھ کر آگرتے اور ہمارے جال میں محض آسانی بھنس  
جاتے تھے۔ کسی کو تار سے ہم مارتے تھے اور کسی کو خط سے شکار کرتے  
تھے۔ بعض نا تجربہ کار مفصل کے لوگوں کو ہم اس انداز سے خط لکھ دیتے  
تھے کہ اُسکو کوئی عمدہ عمدہ کی امید ہو جاتی تھی اور اس امیدوار بھی  
زمانے میں اُس سے بہت سے کام نکلتے تھے۔ کم فرصتی کا شدید سامعہ  
اور لاعلاج روگ بھی ہمکو اسی زمانے میں لگا جبکہ علاج سے سارے  
ڈاکٹر اور اطباء یونانی ہمت ہاریٹھے تھے۔ اس کثرت سے مسلمان  
مسلمانوں کی ترقی۔ مسلمانوں کی تعلیم۔ اور مسلمانوں کی بھلائی کا مالا  
ہر دم اور ہر آن ہر انسان اور حیوان کے سامنے ہم جپا کرتے اور اس  
رقبتِ قلب کے ساتھ ہم انکی حالتِ زار پر آنسوؤں کا دریا بہاتے  
رہتے تھے کہ بعض طبیبوں کو علاوہ مرضِ تحتِ کم فرصتی کے جسمیں ہم  
مبتلا تھے ہماری بک بک سے مایخو کیاے مرانی کا بھی گمان تھا

گو انکا خیال سراسر مجنونانہ اور مہمل تھا کیونکہ کوئی شخص جو قوم کی  
 بھلائی کا بیڑا صدق دل سے اٹھاتا ہی اور تمدنی دنگل میں لڑنے کو  
 طیار ہو کر آتا ہی اُسکو ہاتھ پاؤں دل دماغ اور سب سے زیادہ اپنی  
 زبان سے ضروری کام لینا پڑتا ہی اور بغیر اسکے کہ اپنے خیالات اور  
 آرا کو پُر اثر طریقے سے ظاہر کرے وہ شخص کبھی لوگوں کے دلوں پر  
 پورا اثر نہیں ڈال سکتا اور نہ کبھی اس مشکل کام میں بغیر اسکے  
 کامیاب ہو سکتا ہی +

محکم پور دہلی میں چونکہ مختلف مذہبی خیالات کے لوگ ہیں  
 اسیلئے انکی ہمدردی اور توجہ کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے  
 ہم اکثر انکا حال اس خصوص میں قبل ملاقات یا عند الملاقاۃ دریافت  
 کر لیتے تھے اور جس کو جس انداز یا جس رنگ کا پاتے تھے اُسی کے  
 مطابق اُسکے خیال کے ساتھ اپنی ہمدردی اور اُسکے خاص مشرب  
 کی جانب اپنا دلی رجحان ایک حکیمانہ اور فلسفیانہ انداز سے ظاہر  
 کرتے تھے کہیں ہم تھیاسوفسٹ کہیں پارٹیسوسٹ کہیں تھیسٹ  
 اور کہیں بوڈھسٹ بناتے تھے اور اُن محکام سے اُس مذہب کے  
 اصول اور تاریخ کے متعلق کتابیں مانگ کر پڑھنے کے لیے  
 لاتے تھے اسی لیے ہر انگریز ہم پر ایک خاص توجہ رکھتا تھا اور سمجھتا



کہ ہم تاریک خیال کے کوئی متعصب مسلمان نہیں ہیں بلکہ ہر اچھے خیال اور مذہب کی طرف ہمارا دل صفائی اور خلوص سے متوجہ ہوتا ہے اور ہم مذہب کے عمدہ اور عام پسند اصول کو پسند کرتے ہیں۔ ان باتوں کا جاننا غیر لوگوں کے لیے غیر ممکن تھا اور اس لیے اپنی سوسائٹی میں ان خیالات کے ضرر سے ہم ہمیشہ محفوظ رہتے تھے اور ان حکام سے بہت کچھ لطف و التفات کا فائدہ پاتے تھے۔

جب کسی کے حق میں کانٹے بونے یا کسی کو حکام کی نظر سے گرانے کی تمدنی ضرورت ہوتی تو اس کام میں ہملوگ کسی قسم کا غل شور نہیں کرتے تھے بلکہ آسانی سے کام نکال لیتے تھے۔ ہمارے جو چند روشن خیال احباب تھے ان میں سے ہر شخص حکام رس اور ذی رتبہ تھا اور ہملوگوں کے آپس میں امورات تمدن و رفاه عام میں خاصی فریسی کیفیت تھی۔ جہاں کسی کو سزا دینے یا اکھاڑنے یا اسکے نفیش سے اپنی خاص ذات یا اپنی جماعت کو بچانے کی ضرورت ہوتی بس فوراً ہم یا کوئی دوسرا دوست حاکم کے ہاں پہنچا اور حکم علی کا فلیتا داغ کر چل دیا۔ اسکے دو ہی چار روز بعد ہم یا کوئی اور صاحب دہنچے اور بعض بے غرضانہ اور آزادانہ پیرایے میں اس پہلے شخص کے قول کی تصدیق کر دی (کیونکہ حکام کے عادات میں سے تحقیق

بھی ہی) پھر چند روز بعد موقع سے تیسرے نے ریشہ باندھ دیا۔  
 رفتہ رفتہ وہ بات حاکم کے دل میں بیٹھ گئی اور ہم لوگوں کا مطلب  
 پورا ہو گیا۔ ہم لوگوں نے یہ التزام رکھا تھا کہ آپس کی زیادہ دوستی  
 بے تکلفی اور متحد الاغراض ہونے کا ذکر کبھی حکام میں نہیں کرتے تھے  
 کیونکہ اُس میں ہماری حکمت عملی کی قوت کے گھٹنے کا خوف تھا۔  
 بہت سے رفیل النفس حاسد اس تمدنی کارروائی کی بد نفسی اور  
 چغلی سے تعبیر کرتے تھے حال آنکہ اس سے زیادہ محفوظ اور تیرہ ہند  
 طریقہ مخالفت کے میدان سے خس و خاشاک کے دور کرنے اور  
 خراب اور بد ذات لوگوں کے بُرے اثر سے سوسائٹی اور سروس کو  
 بچانے کا نہیں ہی اور تمام تہذیب یافتہ ممالک میں یہ اور اس سے  
 اور عمدہ اور پُر اثر طریقے آتش مخالفت کے فرو کرنے اور منافع قومی  
 کی حفاظت کے سیکڑوں مروج ہیں۔ مسلمانوں کی سوسائٹی کی  
 یہ کسی قدر صفائی ہم ہی لوگوں کی ناچیز کوشش کا نتیجہ ہے ورنہ آج  
 خود غرض اور بے اصول لوگ ہماری غریب اور کمزور قوم کو تباہ  
 و برباد کر کے رہتے +

تمام اعلیٰ درجے کی صحبتوں اور کمیٹیوں اور درباروں میں  
 ہماری آمد و رفت دھڑلے سے جاری تھی اور ہمارے خاص خاص

رسا اور ذی اقتدار احبابِ محکام کے خیالی چور و رازوں سے انگلی  
 خاص توجہ کے کمرے میں پہنچ کر ہماری حسنِ خدمات کے صلے میں  
 ہم کو اعلیٰ درجے کے خطاب و لوہے کے لیے مفید تحریریں  
 کرتے تھے اور ادھر اخبار والے ہر خطاب کی فہرست کے چھپنے پر  
 ہماری حق تلفی اور ہمارے ساتھ جو بے انصافی ہوتی تھی اُس پر مرغ  
 بے ہنگام کی طرح بے انتہا شور و غل مچاتے اور ہمارے سبکِ حقوق کو  
 براہینِ ساطعہ کے ساتھ پیش کر کے محکام کی توجہ کو خاص اُسطرف  
 متوجہ کرتے تھے۔ انگلی راے میں اعلیٰ تعلیمی مسائل اور مشکل تدنی  
 مسودات پر اعلیٰ درجے کی قومی مجالس شوریٰ میں ہم سے زیادہ  
 راے دینے کے قابل کوئی شخص نہیں تھا۔ منجملہ اُورباتوں کے مسلمانوں  
 کی اتر حالت اور انہیں قابلِ لوگوں کی حسرت انگیز کیا جی بھی ہمارے  
 حقوق کی تائید میں پیش کی جاتی تھی اور یہ کہا جاتا تھا کہ جب کہ ہمارے  
 فرقے کی طرف سے اعلیٰ مجالس شوریٰ میں کوئی نائب اور کیل  
 نہوگا تو مسلمانوں کی اصلاح کی کیا امید۔ اس زمانے میں صلہ  
 حسنِ خدمات کے پانے کے انتظار و رِبعِل اور جنوں بر سرِ سوار  
 امید میں ہماری بلاِ مبالغہ وہ حالت تھی کہ حسبِ طرح کوئی بھوکا کچھ کس  
 بربلب دریا سٹری ہوئی لاش کی امید اور تلاش میں اپنا منہ

نہایت بد نما اور حریصانہ انداز سے کھولے ہوئے بیٹھا ہو۔ زیادہ  
عرصہ گزرنے نہیں پایا تھا کہ اندرونی اور بیرونی تیرتدبیر بد فُرماد  
بیٹھے اور بمصدق ۵

لہذا الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میں جوست

آمد آخر ز پس پردہ تقدیر برون

ہماری ساری اُمیدیں بر آئین اور ہمو ہمارے عمر بھر کی  
بلک خدمات کا کافی صلہ ہر طرح کے ازدیاد مراتب و اختیارات  
کے ساتھ ملا اور ہم نے اُس انگریزی مقولے پر عمل کرنے کا پورا پورا  
فائدہ اٹھایا۔ انتظار سے نہ گھبراؤ اور برابر کام کرتے چلے جاؤ۔  
(ورک اینڈ ویٹ)

چودھواں حصہ

یہ وہ زمانہ تھا کہ ہم ہر قسم کی ترقی سے ہمکنار اور ہر طرح کی  
کامیابی سے ہم آغوش تھے۔ ہمارے منصوبے اور خیالات بڑے  
اوج پر جا رہے تھے۔ اور ہمیں بہت دور دور کی سوچا کرتی تھی  
مختلف مشکل اور پیچیدہ مسائل تمدن و اخلاق پر ہماری انگریزی  
تحریریں اکثر ہندوستان اور اسی کے نامی اخباروں اور ماہانہ اور کوارٹرلی  
ریویوز خصوصاً انیسویں صدی وغیرہ میں چھپا کرتے

رپورٹ پھر دھوم دھام سے تارکے ذریعے سے ولایت سے ہندوستان  
 اور ہندوستان سے ولایت آیا جا یا کرتی تھی۔ ان تحریروں کے صحیح  
 پڑھنے کی قدرت ہم اصلاً نہیں رکھتے تھے اور ان کے مضامین کا تصور  
 کبھی خواب و خیال میں بھی ہرگز نہ ہوتا تھا مگر چونکہ تمدنی دنیا میں عمل  
 مچانے کے لیے انکی اشد ضرورت تھی اسلئے زکریا کے صرف سے  
 یہاں ہندوستان اور بھی ولایت میں یہ تحریریں بڑے بڑے مشہور  
 قابل لوگوں سے بہ اجرت لکھائی جاتی تھیں اور ہماری قابلیت کا  
 شکرہ اُس مشہور اصول پر بلا کرتا تھا۔ ہندوستان سے زیادہ  
 ہماری قابلیت عالی دماغی اور روشن خیالی کا غلغلہ ولایت میں  
 تھا اور کیونکہ نوع

اعل قیمت کو پہنچتا ہی بدخشاں چھوڑ کر  
 جو رئیس یا والیہ ریاست کسی مصیبت میں گرفتار ہو کر چارہ بولی  
 اور تدبیر کے خیال سے کلکتہ میں آتے تھے انکے ساتھ ہر گز وطن ہونے کے  
 سبب ایک دلی ہمدردی ہوتی تھی اور ہماری یہ دلی خواہش رہتی  
 تھی کہ ہم اپنی ساری قوت اور رسائی کے ساتھ انکی مصیبت میں کام  
 آئیں اور انکو پنہ جبر و ظلم سے چھڑانے میں بیدار رہیں۔ ہمارا  
 انکی پریشانی کے سروں پر بھرنے کے لیے ہر وقت طیارہ تھا

اور اکثر مصیبت زدہ رئیس اور رانی کی طوفانی کشتی ریاست ہماری  
مدد سے ساحل مراد پر لگ جاتی تھی۔ ان وقت انگیز اور نازک  
کاموں میں ہمارا وقت بہت صرف ہوتا تھا اور خفیہ طور پر غیر حساب  
و کتاب مختلف تدبیروں میں بے دریغ روپیہ خرچ کرنے کے بعد جمع  
خرچ کے درست کرنے میں ایک خاص مشکل ہوتی تھی اور اکثر اوقات  
حساب کے ذرا سے الٹ پھیر میں اعداد کو بیش زنی اور اس  
رئیس یا رئیسہ کو بدظنی کا موقع ملتا تھا مگر چونکہ یہ نیم وحشی لوگ  
دارالسلطنت کے مہذب اور چمپیدہ پولیٹیکل تھکنڈون سے  
بالکل ناواقف ہوتے تھے اسلئے انکی تشفی ایک طرح پر ہو جاتی  
تھی اور مطلب حاصل ہو جانے پر ایک دو لٹمنڈ شخص کو حساب  
و کتاب کی تفصیلات سے زیادہ بحث نہیں رہتی تھی اور پھر ہم  
ایسے عالی رتبہ شخص کی نسبت کب کسی کی مجال تھی کہ بُرے  
تیور سے دیکھتا۔ یہ تو معلوم ہے کہ ایسے امور عظام بغیر ناجائز طریقوں  
سے تدبیر کیے ہوئے انجام پا نہیں سکتے پھر کسی کی شکایت کا کیا  
محل۔ ایسے کاموں کا نہ کوئی تجربہ کار پورا پورا حساب مانگ سکتا ہے  
اور نہ کوئی عقلمند دے سکتا ہے۔

بعض رئیسوں کا دوستانہ طور پر جو ہم اکثر خرید و فروخت کا

کام اپنے ملازمین کے ذریعے سے کھلتے تین کروادیتے تھے اور  
اس پیرایے میں ان پر ایک معمولی دوستانہ احسان کا بوجھ ڈالتے  
تھے تو حاسدین اسکی بدنیانہ تعبیر بجنٹی اور دلائی سے کر کے اسکو  
اپنی عدم بصیرت کے سبب ناحق ہماری خود غرضی اور کم نیتی پر محمول  
کرتے تھے۔

ہم نے پردہ نشین عورتوں کو آزادی دلوانے۔ انکو ایک زندہ  
درگزر حالت سے نجات دینے۔ اور انکی معصوم زبانوں کو اخلاقی  
معاشرت کی لذت سے آشنا کرنے میں ابتداء عمر میں کیسی کیسی  
محنتیں کی تھیں اور اس بد نصیب گروہ کے لیے کیا کیا مصیبتیں جھیلی  
تھیں اس سے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ اب اس زمانہ اوج ترقی میں  
جب کہ ہمارے آزادانہ خیالات اور بلند ہوتے تھے جبکہ یورپ کے  
زندہ دل بزرگوں کے ساتھ برابری کے زینے پر ہم ملتے جلتے تھے۔  
جبکہ ہمارے نام میں خطاب کا دم چھلا لگ چکا تھا۔ جبکہ اخلاقی رفتار  
تمام دنیا میں ہم مشہور تھے۔ جب کہ بادۂ تمدن شبانہ روز ہمارے دماغ  
کے فراہ میں جوشان رہتا تھا۔ جبکہ ہر طرح کی سرسبزی سے ہر وقت  
ہمکو ہری ہری مسوجھنے لگی تھی۔ جبکہ اخلاقی آزادی کے اکھاڑے میں  
ہم روزانہ لڑا بھڑا کرتے تھے۔ جبکہ ہمارے گھر پر ایک ایسی تربیت تھی

بی بی کا سایہ تھا جس کا نمبر بہ اعتبار ایک آزاد مذہب انسان ہونے کے  
 ہنسنے کسی قدر بڑھا ہی ہوا تھا ہمارا خیال اُن اخلاقی پاک لذتوں کے  
 حاصل کرنے کی طرف نہایت ہی رغبت سے چمکا جن کا پیرا اطف بغیر ایک  
 سچی اور تہذیب یافتہ شریک رنج و راحت کے اٹھ نہیں سکتا تھا۔  
 خیال کا متوجہ ہونا تھا کہ یکا یک دو خیالی جھرنوں کا پانی بڑے زور سے  
 بغلیں گریو کر ایک اخلاقی مخرج سے دو گنی قوت کے ساتھ بہنے اور اپنے  
 آگے سے تمام خس و خاشاکِ جہالت و تعصب کو بہ زور مٹانے لگا  
 سب سے پہلے ہم لوگ کسی قدر مغرب کے بعد ایڈن گارڈن کی  
 جان پرور ہوا کھانے اور میدان اور دریائی پرفضا سیر دیکھنے ایک  
 بروم گاڑی میں بے تکلف کھڑکی اٹھا کر جایا کرتے تھے اور اپنی صحت  
 کو چمکاتے تھے۔ پارسی تھیٹر میں کسی قدر تبدیل لباس کے ساتھ  
 اپنی بیگم صاحبہ کو ہم اس نظر سے اکثر لیکہ خاص لباس میں جاتے تھے  
 کہ وہاں کے سامان اور سین دیکھ کر انکی آنکھیں کھلیں۔ اُنکے خیالات  
 وسیع ہوں۔ اُنکی زندگی میں تازگی آئے۔ اُنکی شرمِ عیا (جو کسی قدر  
 باقی تھی) دفع ہو جائے۔ اور وہ ہر ملک اور وضع اور مذہب کے  
 مردوں کی صورت کا ایک صحیح اندازہ کر سکیں اور پارسیوں کے ناشون  
 سے (جنہیں مسلمانوں کی خانگی ذلت اور اخلاقی خرابی بہت صفائی سے



دکھائی جاتی تھی (مسلمانوں کی اخلاقی خرابیوں اور خانگی برائیوں کو  
 صاف صاف دیکھ سکھیں۔ اُس مرکز عیش و نشاط میں دو چار مرتبہ  
 کی آمد و رفت کے بعد اب ہمارے ساتھ وہ تماشوں کی داد کی نظر سے  
 تالی بھی بجانے لگیں اور وہاں بعض روشن خیال اور تہذیب یافتہ  
 نوجوانوں سے اُسے معرفت اور ملاقات بھی ہوئی۔ ہم اکثر انکو خاص  
 مہذب اور روشن خیال نوجوان احباب کے ساتھ قصداً بھی اپنے  
 بکس میں چھوڑ کر ادھر ادھر ایک بے تکلفی اور بے پردائی کی اداس  
 مٹل جابا کرتے تھے تاکہ یہ غیچہ ناشگفتہ مردانہ نسیم اخلاق سے اچھی طرح  
 شگفتہ ہو۔ تھوڑے دنوں میں ہم اُس نکلیخت کو بغل میں داب کروا  
 ہوٹل کے آہستہ اور تفریح انگیز کمروں میں خور و نوش کی غرض سے  
 آنے جانے اور مختلف قسم کی ولایتی لذیذ چیزیں کھانے پھلانے لگے  
 وہاں کبھی کبھی ہماری بیگم کے بعض خاص تہذیب یافتہ دوست بھی  
 مدعو ہوتے تھے اور گھنٹے دو گھنٹے ایک تخیل کی بہت ہی مہذب صحبت  
 گرم رہتی تھی۔ انگریز استانیوں اور بعض خاص میونسپل اب ہماری  
 بیگم صاحبہ بے تکلف ملنے جلنے اور مختلف اوقات میں اپنی عورت  
 دوستوں اور زناخیوں کے گھر بے دھڑک آزادی کی بالکی میں ٹھیک  
 اُس آواز گروہ کی مدد سے آنے جانے لگیں جو کلکتہ میں برابر پوکے

اڑن کھٹولے ادھر ادھر اڑائے پھرتا ہے اور کبھی کبھی انکو نیم رضامندی کے عالم میں بھی موقع پا کر انڈر کے خالی اکھاڑے میں تماشا کرنے کی غرض سے جاتا رہتا ہے۔ ادھر ہم باہر کے ہر طبقے میں ایک گیند کی طرح اڑتے پھرتے تھے اور ادھر ہماری بیگم اپنی گرما گرم مہذب گردشوں سے عورتوں صحبتوں میں ایک صحت انگیز اخلاقی اثر آہستہ آہستہ پھیلاتی جاتی تھیں اور تربیت یافتہ نا تجربہ کار مسلمان نوجوانوں کو نہایت شفقت سے اسکا سبق بتاتی تھیں کہ ایک معزز اور مہذب خاتون کے ساتھ اخلاقی زینے پر ایک نوجوان کو ملکر کیونکر ایک دوسرے سے مبادی خیالات کرنا اور ایک کو دوسرے سے ہر طرح کا اخلاقی فائدہ اٹھانا مناسب ہے۔ تعلیم - تربیت - فیض صحبت - آزادی اور تجربے نے ہماری میم صاحبہ کو وہ نایاب گرو بنادیا تھا کہ ہر درجے کی نیشدار مکھیاں اکثر اوقات خوشبو سے اخلاق کے سد نگھنے کے لیے جمپٹی رہتی تھیں گو ایک کو بھی چاٹنے کی قدرت اور ہمت نہیں ہوتی تھی۔ بیگم صاحبہ کے اخلاقی مشاغل کی کثرت نے ہمکو بھی کسی قدر ادھر ادھر چلنے پھرنے کی فرصت دی تھی اور ہم بھی اپنے پرانے جبا سے کولوٹولے کے اطراف میں کبھی کبھی مل آیا کرتے تھے مگر اپنے پھرنے چلنے کے تفصیلی حالات سے ہمیشہ انکو واقف رکھتے تھے تاکہ

اُنکے وہم میں بھی ہماری طرف سے بیوفائی کا مضمون نہ آئے  
 اور کوئی دشمن ہماری غیبت میں ہماری طرف سے اُنکے دل کو  
 برا نہ کرے۔ ہماری بیگم کے اخلاقی مصارف آگے سے زیادہ  
 تو ہو ہی چکے تھے مگر اب وہ اس دریا دلی سے خرچ کرنے لگیں کہ وہ  
 رقم معین جو ہم اُنکو اخراجاتِ ضروری کے لیے دیتے تھے کمی کرنے  
 لگی اکثر اُنکو ہزار دہ ہزار ہر سہ ماہی میں معمولی خرچ سے زیادہ دینا  
 پڑتا تھا۔ اور یہ امر ہمارے دل کو کسی قدر ناگوار تھا کیونکہ اُن  
 اخراجاتِ اخلاقی کی مصلحت میں ہم کوشش ہونے لگا تھا اور اس  
 شک کی وجہ بعض احباب کی بعض بے موقع قیامت خیز چشمک  
 اور ہماری بیگم کے بعض نوجوان مہذب دوستوں کی غیر معمولی  
 خلافِ امید اور ذلت انگیز مرقہ السالی تھی۔ گو ہم کبھی کبھی اپنے معصوم  
 دل کی اس بات سے تشفی بھی کیا جاتے تھے کہ ایک لیڈی کے  
 فیضِ صحبت سراپا برکت و منعت سے بیشک نوجوانوں کی ہر طرح  
 کی حالت کی اصلاح ہو سکتی ہے مگر تجربے کی پُر زور ہوا اس خیالی  
 تسکین کے ناش کے گھر کو ایک آن میں اپنی قوت سے ڈھا دیتی تھی  
 اور ہمارے اوراقِ خیال کو پریشان کر کے منتشر کر دیتی تھی۔

ہم ولایتی نیک نیتی اور مصونیت کی سپر لیئر اگرچہ شک کے

کالے خیالات کی ہندوستانی کالی بلکہ کو اپنے دل پر هجوم لانے سے  
 روکتے اور دفع کرتے تھے مگر کسی طرح وہ خارجِ خلش کیفیت ہمارے خیال  
 کے سینے سے نہیں نکلتا تھا اور اُسکی اذیت سے ایک قسم کی ہلکی  
 دل آزار تسکین سوز حرارت ہمکور ہا کرتی تھی۔ اس خاص قسم کی  
 تب صفا وی کے علاج کے تصور سے ہلکسخت لرزے سے خوف  
 اور ذلت کا بخارجڑھ آتا تھا اور ہم فقط ایک حکیمانہ اور جوان مردانہ  
 ضبط سے اسکا علاج کرتے اور حتی الوسع اس مرض کو شک پر محمول  
 کر کے اپنے کو صحیح جاننے کا قصد رکھتے تھے اور دل ہی دل میں  
 یہ مصرع پڑھتے تھے۔ ع

گویم مشکل دگر نہ گویم مشکل  
 جہان تک ممکن تھا ہم اپنے خیالات کو چھپاتے اور اپنے  
 تیور پر دلی تجارت کا اثر آنے نہ دیتے تھے مگر خدا جانے کیونکر ہماری  
 لیڈی صاحبہ کے دل میں بھی کسی قسم کا شک ہماری طرف سے پیدا  
 ہو گیا اور اسکا اثر ہمو اُنکے برتاؤ سے محسوس ہونے لگا۔ اس شک کو  
 ہم کوئی خوفناک اور مشکل چیز نہیں جانتے تھے اور معمولی تصور کر کے اپنی  
 تسکین کر لیتے تھے۔ اُنکے اخراجات روز افزون ہونے لگے اور اُنسے  
 مرزہ اور فائدہ ہم روز بروز کم پانے لگے۔ اُنکی آزادی اور فضولِ حجب

اس طرح طشت از بام ہوئی کہ متعصب اور تاریک خیال لوگوں کو ہمارے پاک اور صاف خانگی تعلقات اور ہماری بیگم کی اخلاق آمیز ملاقات احباب وغیرہ کی نسبت طرح طرح کی ذلت سرشت افواہوں اور دشمنی خبروں کے مشہور کرنے کا موقع ملا۔ ابھر کے معصوم معاملات اور اخلاقی باتیں ذلیل اور خراب پیرایوں میں باہر کے حلقوں میں مشہور ہو کر ہم کو ناحق اپنا چہنچانے لگین اور واقعی آئندہ کی نسبت ہمارے دل میں (گو غلط ہی تھی) ایک طرح کا ڈر پیدا ہو گیا اور ہم بھی پیش بینی اور کاہن نامے کی سخت شرط کے لحاظ سے اپنے مالی اور قانونی پر پوزے آگے سے زیادہ چست اور درست کرنے لگے اور آئندہ زمانہ کیا تماشا دکھائے اسکے ایک کانپتے ہوئے دل کے ساتھ منتظر رہے۔ اس زمانے میں لیڈی صاحبہ سے اور ہم سے باوجود ایک گھر میں رہنے کے تسکین سے گھنٹے دو گھنٹے بھی ملاقات نہیں رہتی تھی کیونکہ انکو اپنے نوجوان مرد احباب کے ساتھ گنجھ اور بلیرڈ کھیلنے اور ہمارے مونیم بجانے سے کہاں فرصت تھی علاوہ اسکے اکثر اوقات باغ میں اور اپنی ہجو لی عورت دوستوں کے مکان میں ہماری بے اطلاع چلی جاتی اور رات رات اور دن دن بھر گھر سے غائب رہتی تھیں۔ یہ سب باتیں ہماری رائے میں اعتدال کی

حد سے گزر چکی تھیں اور اس لیے باوجود انکی خصلت پر ہر طرح کا  
اعتماد رکھنے کے بھی ہمارا دل ہندوستانی فطرتی بزدلی کے  
سبب اندر سے سہما اور ڈرا چلا جاتا تھا اور مالِ کار پر ہم اکثر  
مضطربانہ اور مایوسانہ غور کرنے لگ جاتے تھے۔ ہماری ظاہری  
حالت اور بشرے کی ادائیں سے ہمارے بے تکلف اور پُرانے  
احباب اضطراب اور انقلاب کے آثار بتائے اور ہم سے مختلف اوقات  
میں ناگفتہ بہ سوالات کرنے لگے تھے +

### پندرہواں حصہ

اس زمانے میں ہم عجیب رنج اور شش و پنج میں مبتلا تھے۔ چاروں  
طرف دل آزار اور فتنہ آنا خبروں کی شہرت تھی۔ مگر کے ہر شخص کی ادا  
میں ایک تذبذب کی بات پائی جاتی تھی۔ غیروں کے تیور سے بھی  
ایک غیر معمولی بات نکلتی تھی۔ ہر دوست ہم کو ایک عجیب حیرت  
بیکار سے دیکھتا تھا۔ ہر ملازم کی حرکت سے ایک ہلکی سی تحالفت  
شکستہ تھی۔ عمال خانگی بھی کچھ برسرِ حساب معلوم ہوتے تھے۔ مگر  
کی مامداتیوں کا رنگ بھی بدلا ہوا نظر آتا تھا۔ بلگیم صاحبہ کے مجموعی  
سلوک کا نقشہ بھی بے طور تھا۔ خلاصہ یہ کہ ہر طرف سے مصیبت  
کی مہیب اور وحشت ناک کالی گھٹا بلائے ناگہانی اور آفت آسمانی

شیل ہمارے خانہ دلِ تردد منزل کے ڈھانے اور ہمارے نقشِ  
 نسکین و ننگ و ناموس کے مٹانے کو آمڈی ہوئی چلی آتی تھی۔  
 ایسی آفتِ عظیم کے نازل ہونے کے تصور سے ہمارا قلب چور  
 ہو اچلا جاتا تھا اسکے ٹانے کے لیے ہم ہر قسم کی دعا اور تعویذ اور  
 نقش اور منتر وغیرہ سے کام لیتے تھے اور کبھی طرح اپنے دل کی  
 نسکین کرتے تھے۔ باوجود گھر میں رہنے کے ہفتہ ہفتہ بھر تک  
 بیگم صاحبہ کی صورت دیکھنے کو ترس جاتے تھے اور رات رات  
 بھر اُنکے عیش و نشاط اور آزادانہ اخلاقی کرشموں کے ظلم سے  
 سو نہیں سکتے تھے۔ جہاں پر فیرون سے خلافِ اصول انسانی  
 کمزوری کے دباؤ سے مدد لیتے تھے وہاں اپنے معاملات کو بھی سمیٹتے  
 اور کل فرضی کاروبار کی کلون کی جوں کو بھی کستے چلے جاتے  
 تھے کیونکہ ہماری عقل معمولی اور تجربے نے روشن طور سے ہموں دکھا  
 اور بتا دیا تھا کہ ایک جانِ ستان اور ایدارسان اور آفت نشان  
 ہم کے گولے کے فیتے کو مخالف اور دشمن حکمتِ عملی اور افساد کی  
 بتی سے داغ چکے ہیں اور وہ عنقریب اڑ کر ہماری ساری ترقی  
 کامیابی اور عافیت کے برج کو نہایت ہولناک انداز سے اڑانے والا ہے  
 ہمارے گونڈے بھی چاروں طرف چھوٹے ہوئے تھے اور ہمارے

اجابِ خاص بھی ہماری ہیکیم کے معتقد اور بے تکلف نوجوان اجاب کی  
 کارروائیوں اور پتیروں کو پوشیدہ طور پر نظر غور سے دیکھتے جاتے  
 تھے اس عرصے میں ان نوجوانوں کی آمد و شد بعض اثرنیوں اور  
 کونسلیوں کے دفاتر اور مکانون میں کثرت سے دیکھی جاتی تھی اور  
 بعض مُفسد اور دغا باز مقدمہ بازوں کے مکان میں بھی انکو راتوں کو  
 جاتے ہوئے لوگوں نے دیکھا تھا اور پولیس کورٹ کے آس پاس  
 بھی وہ لوگ بعض روز نظر آتے تھے۔ اُنکی تمام حرکات  
 سے یہ بات ثابت ہوتی تھی کہ وہ کسی خفیہ اور مشکل اور فساد  
 انگیز کام میں بہ دل و جان مشغول ہیں۔ یہ تردد اثر خیرین آہی  
 رہی تھیں کہ ایک روز صبح کو ہم نے اپنے محفوظ صندوق کو جو کہ  
 ہمارے خاص کمرے میں رہتا تھا ٹوٹا ہوا پایا اور اُس میں سے  
 ہماری بیش قیمت اور ضروری اسناد کا بکس غائب نظر آیا۔  
 اسکا دیکھنا تھا کہ ہمارے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے۔ اور اُنکی  
 کے بعد اب ہم سمجھے کہ تقدیر نے ہم کو جواب دیا اور وہ آفت کہ  
 جسکا اندیشہ ہم کو ایک زمانے سے تھا آن پڑی۔

اس واقعہ ہوش رُبا کے متعلق وکلا اور کونسلیوں سے  
 صلاح کرنے کے لیے ہم نے گھر سے نکلنے کا قصد کیا لیکن گھر کی گڑی



طیار کرنے کو جو کہا تو ملازمین ٹالے باٹے بتانے لگے اور جب کہہ رہے  
 بگڑ کر کوچبان وغیرہ کو سزائش کے خیال سے بلایا تو ان لوگوں نے  
 ہمارے حکم کے ماننے سے صاف انکار کیا اور کہہ دیا کہ ہم بیگم صاحبہ  
 کے نوکر ہیں اُنکے حکم کے خلاف میں ہرگز کوئی کام نہیں کر سکتے  
 اسکے بعد ایک خون آلود دل اور اشکبار آنکھ لیکر ہم ایک کرائے  
 کی گاڑی پر سوار ہو کر کاغذات و اسنادِ مسروقہ کے متعلق قانونی  
 کارروائی کرنے اور پولیس میں اطلاع دینے کی غرض سے گھر سے  
 نکلے۔ گول تالاب کی موڑ پر ہماری گاڑی پہنچی تھی کہ یکایک یورپین  
 سارجن اور چند پولیس کے پیادوں نے ڈپٹ کر ہماری گاڑی کو  
 رُکوا یا اور وہ انگریز سارجن گاڑی کا پٹ کھول کر اندر چلا آیا۔ اس  
 ہلاکونے ایک ہاتھ ہمارے ہاتھ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے  
 وارنٹ گرفتاری ہمو کر دکھلایا اور کہا کہ فلان بیگم (یعنی ہماری اہلیہ)  
 کی طرف سے پولیس کورٹ میں دغا و فریب کی نالش دائر ہوئی ہے  
 اور ہم نے تھو محبِ سٹریٹ کے حکم کے مطابق گرفتار کر لیا ہے۔ ہماری  
 آنکھوں کے آگے دنیا تاریک ہو گئی اور اس وقت ہم نے اپنے دل میں  
 نہایت عبرت سے یہ سوچا کہ تقدیر بھی آخر کوئی چیز ہے۔ پولیس کے  
 قبضے میں مالدار سامی یا مجرم کے پڑنے سے اُسکے ساتھ کیا سلوک

ہوتا ہی اور اُس بد نصیب کا روپیہ گلانے کے لیے کس کس طرح بیدردی اور بے مروتی سے اُسکا گلا دیا جاتا ہی اُسکا کامل تجربہ ہلکو اُسوقت ہوا۔ خلاصہ یہ کہ وہاں سے اہلکاران پولیس

ع سربہ دستِ دگرے پائے بہ دستِ گرے

کے پورے اصول پر پولیس کورٹ مین مجسٹریٹ کے پاس لے گئے۔ وہاں پولیس کورٹ مین تہنے اپنی بیگم کے نوجوان دوستوں کا ایک قافلہ دو تین بڑے بڑے نامی کونسلیوں کے ساتھ دیکھا۔ انہی میں وہ خاص خوش رو اور بدسیرت نوجوان بھی تھا جو ہماری دولت اور خانہ بردی و تباہی کا اصلی باعث ہوا تھا۔ اس مقدمے کی وجہ سے عدالت میں خیر علی ہجوم اور ہنگامہ تھا اور ہمارے بعض خاص احباب بھی وہاں شہداء اور فرحان پھرتے چلتے نظر آئے اور یگانہ وار بڑی ڈھائی سے ہمے آنکھیں بلانے لگے ہماری طرف سے کوئی استجاب بھی نہ تھا کہ ایک وکیل مقرر کر کے ہماری ضمانت کی فکر کرنا۔ جس طرح اُمید کی آنکھ جاتی تھی ہزار مایوسی و حسرت واپس آتی تھی۔ ہم مجرموں کے کھڑے مین سوچو روں کے ایک چور اور ہزار دغا بازوں کے ایک دغا باز بنکر با چشمِ مُرآب اور بادلِ صد چاک کھڑے تھے اور مغربی تہذیب اور نسوانی

آزادی کے دقیق نجات اور پرہیزگار بارکیوں کے پہلوؤں پر جو غور کرتے تھے تو ہر مسئلہ نہایت صفائی کے ساتھ آسانی سے حل ہو کر ہموار قانونی پر عذاب شکنجے میں بہت بے کل کرتا تھا اور مشکل سے ہم اپنے دل کو روک سکتے تھے۔ ہم نے پھر استقلال سے کام لیا اور اپنے مضطرب دل کو ہاتھوں سے تھام لیا اور تعلیم یافتہ ہونیکے بعد وہی پہلے پہل مشکل میں پھنس کر مشکل سے نہایت خجالت اور حسرت کے ساتھ دلی زبان سے خدا کا نام لیا۔ اس نام کے لیتے ہی ایک عجب طلسماتی طور سے ہمارے دل میں قوت آگئی جسکے بیاں کرنے سے ہم مجبور ہیں اور جسکی کوئی حکیمانہ تاویل اور فلسفیانہ شرح ہم نہیں کر سکتے ہیں۔

مذہبیہ کی طرف کے کونسل نے یکے بعد دیگرے اپنے گواہوں کو منوانا شروع کیا۔ انہیں سے اکثر حضرات وہ تھے جو سالہا سال ہمارے شریکِ نامے و نوش رہے تھے اور جنکو ہم یقینی طور پر برابر اور علی الخصوص مقدمہ دائر ہونے کے چند ہفتہ بلکہ دو چار روز قبل اپنا سچا ہوا خواہ اور راز دار دوست جانتے تھے اور جسے خود ہم اپنی بیگم صاحبہ سے بہ اصرار ملاقات کروائی تھی۔ کونسلیوں کے سوالات سے تھوڑے عرصے میں یہ بات کھل گئی کہ ایک نہ دراز

سے اس فساد کا مصالح ہمارے اعدا نہایت اہتمام سے جمع کر رہے  
 تھے۔ کل فرضی اسناد اور کل بے نامی معاملات کے کاغذات  
 (کہ جو محض نیک نیتی سے استخفاظِ خاندان کی غرض سے طیار  
 کیے گئے تھے) اُنکے قبضے میں موجود تھے اور انہیں سے اکثر کی  
 باضابطہ نقلیں بھی مہیا کر چکے تھے اور ہماری کل راز کی باتوں سے  
 انکو پوری واقفیت حاصل ہو چکی تھی۔ یہ رنگ دیکھ کر ہمارے  
 تو چچکے چھوٹ گئے۔ ان گواہوں میں سے ہر شخص اس بے رحمی  
 اور بے شرمی اور بے رُخی سے گواہی دیتا تھا کہ جیسے ہم سے  
 کبھی کی جان پہچان ہی نہ تھی اور گویا ایک مجرم کے مقابل میں  
 چند غیر متعلق ایماندار اور ناطقہ دار اشخاص اداے شہادت  
 کرنے حاضر ہوئے تھے۔ مدعیہ کے گواہوں کے اظہار ختم ہونے  
 کے قریب ہم نے حاکم سے اس بات کی درخواست کی کہ ہم کو  
 جرح کے ملتوی کرنے کی اجازت دیجائے تاکہ تمام گواہوں پر ہم  
 ایک بار جرح کریں چنانچہ ہکویہ اجازت ملی۔ کچھری برخاست ہوئے  
 کے بعد پھر ایک یورپین سارجن اور چند پیادے آئے اور  
 ہم کو ایک بہت بڑی شان دار سرکاری گاڑی میں اہتمام سے  
 اور چند سرکاری مہانوں کے ساتھ سوار کروا کر قلعے کے میدان

کی ایک رفیع الشان مہمان سرا میں لے گئے۔ وہی ہماری زندگی  
 میں پہلا دن تھا کہ جب ہماری گاڑی کو ایک یورپین کوچمان  
 ہانک کر لے گیا تھا۔ معاذ اللہ ہماری یہ ایک پرانی تمنا کس آفت  
 انگیز عنوان سے کب برآئی۔ دوسرے روز دس بجے پھر  
 ہم اُسی اہتمام کے ساتھ اُس سرکاری مہمانسرا سے ہمدرد  
 رفقا کے ساتھ عدالت میں لائے گئے اور مقدمہ پھر پیش ہوا  
 مدعیہ کے باقی گواہوں کے اظہار کے بعد ہم نے اپنے ایک تشار  
 جرح کی ایسی بوجھا لکی کہ فریق ثانی کے کونسلینوں کا رنگ فق  
 ہو گیا۔ مجسٹریٹ سکتے کے عالم میں تھا اور گواہوں کی نہایت  
 ہی بُری گت ہوئی۔ ہر گواہ اختلافات کے گرداب میں مبتلا  
 ڈوبکیان کھارہا تھا اور بعض بیہوش ہو کر گر بھی پڑے۔ ہم نے  
 ایک سرے سے سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ سارے مقدمے  
 کھول دیے۔ ہر ایک گواہ کی ایمانداری کی دھجیان اڑا کر  
 رکھ دیں۔ کچھری میں ایک قیامت خیز معرکہ تھا۔ بڑے بڑے  
 رسا عالی رتبہ اور مہذب حضرات کے دامن خصلت پر سکڑنے  
 دھبے لگ گئے۔ اصل یہ ہی کہ ہم نے اپنی جرح کو بڑے مرتاکیا  
 نہ کرتا۔ کے اصول پر درست کیا تھا۔ ہر سوال فرقہ مخالف

کے سامنے ہر ایک رائفل کی گولی کے طور پر پڑتا تھا۔ حاکم نے  
 ہماری جرح کا رنگ دیکھ کر ہم سے دریافت کیا کہ کیا تم نے قانونی  
 قیام بھی پائی ہے۔ اسپرمنے اپنے پیشہ وکالت کی کامیابی کا حال  
 مختصر لفظوں میں موقع سے بیان کیا جسکو سن کر ہمارے ہم پیشہ  
 حضرات پر گھڑون پانی پڑ گیا اور دیر سے ندامت و حسرت میں  
 غرق ہو گئے۔ یہ معلوم تھا کہ ایسے مفسدون کے برسوں کے  
 سوچے ہوئے اور مشکل الزامات سے بے باوجود یہی ہماری حالت  
 اور بے سروسامانی کے پاک صاف نکل جانا غیر ممکن تھا مگر ہم نے  
 بھی دل میں ٹھان لیا تھا کہ کوئی قسمہ باقی نہ رہ جائے اور کوئی  
 راز پوشیدہ اور کوئی بات اٹھ نہ رہے۔ جرح کے بعد حاکم نے  
 ہمکو ضمانت پر رہا کیا اور ہمارے قدیم ہموطن ملازمون میں سے  
 ایک شخص نے ہماری ضمانت کر لی۔ ضمانت سے آزادی تو  
 مل گئی مگر سوا اپنی ذاتی قابلیت اور پرانے تجربے کے یہاں دھرا  
 کیا تھا کہ ہم مقدمے میں خرچ کرتے۔ مقدمہ دائر ہونے کے ساتھ  
 تمام اخباروں میں مخالفوں کی طرف سے سازشی تحریریں ہمارے  
 خلاف ہیں حاکم کو برگشتہ اور ہماری خصلت کو شکستہ کرنے کی  
 نیت سے چھپنے لگیں اور ہمارے گزشتہ سوانح عمری کا حال دریافت

کر کے اُسپر سخت لے دے شروع ہو گئی۔ سارے ڈیلی اور ویکلی اخبار ہمارے نامہ اعمال کی نقل سے سیاہ نظر آتے تھے اور جس دست اور پروردہ اور احسان دیدہ شخص کے پاس ہم ہمدردی اور حمایت کی امید سے جاتے تھے کوئی بے مروت اور بے محبت ملاقات تو کیا آنکھ تک برابر نہیں کرتا تھا اور کہیں تو دربان ہی جھڑک کر ہٹو پھانک پر سے نکالتا تھا۔ ہمارے سسرالی مکان میں برج باسیلو کا ایک زبردست گارڈ اس لیے مقرر تھا کہ ہم اُس گلی سے ہو کر بھی نہ نکل سکیں اور اگر ہم اُدھر کا قصد کریں تو ہمارے ہاتھ پاؤں کی خبر پوری طرح لیں۔ تمام بینک وغیرہ میں نوٹس دے دیا گیا تھا کہ ہٹو کوئی روپیہ نہ دے کیونکہ ہم فوجداری میں مجرم تھے مختارنا کے استرداد کے لیے الگ کارروائی ہو چکی تھی +

دوسری مہینے میں جواب داخل کرنے کے بعد (جو کہ ہم نے ہم ورق پر لکھا تھا اور جو کہ ہماری قابلیت - قانون دانی - ذہانت - ہمت - اور استقلال کی یادگار کے طور پر مدت تک دنیا میں قائم رہے گا) چونکہ معلوم تھا کہ ہماری صفائی میں کوئی ایک طرف بھی نہیں کہے گا اور نہ امید کی جاتی تھی کہ کوئی بھی ایماندار ہی سے کام لے گا ناچار ہم نے بیکار عدالت کا وقت ضائع کرنا مناسب نہ جانا

اور فقط بیگم صاحبہ کو اس نظر سے اپنی صفائی کا گواہ مانا کہ انہر جرح کر کے  
 اُس مفسدانہ اور ظالمانہ کارروائی کی حقیقت سے عدالت اور  
 اہل عالم کو پوری طرح واقف کر دین تاکہ ہمارا معاملہ ہمارے اور  
 ابنائے جنس کے لیے ایک عمدہ دیر پا اور یادگار سبق ہو۔  
 بیگم صاحبہ کو پردہ نشین قرار دیکر پردے سے اظہار کرنے پر  
 بڑا زور دیا گیا مگر گو اہون کی جرح میں انکا پردہ اس طرح فاش ہو چکا  
 تھا کہ حاکم نے انکو پردے میں رہ کر اظہار دینے کی اجازت نہیں دی  
 اور آخر انکو گواہ کے کٹھرے میں کھڑا ہونا اور ظاہر ہو کر اظہار  
 دینا پڑا۔ پھر توجہ میں انکی ایسی قلعی کھلی کہ تین مرتبہ انکو اظہار  
 کے اندر غش آیا۔ اُنکے سارے ناجائز تعلقات اور اس دکی  
 اصلی وجوہات اور کل بدذات دشمنوں کے فسادات کا بھانڈا  
 ہمنے اس طرح سے پھوڑ دیا کہ ساری کچھری میں چاروں طرف ہماری  
 ذہانت۔ ہمت۔ اور قابلیت کی ستائش میں بے اختیار مرجھا  
 اور جذبہ کا غل بلند ہوا اور وہ بد نصیب عورت ایک چوڑ دل  
 ایک سیاہ چہر۔ ایک داغدار خصلت ایک پژمردہ حالت۔  
 اور ایک دائمی ذلت لیکر گو اہون کے کٹھرے سے ایک بیجان  
 لاش کی طرح نکلی۔ اسکے بعد جب ہماری باری آئی ہمنے ایک



نہایت چمراڑ۔ ماتم انگیز۔ اور عبرت خیز بحث کی۔ حاضرین عدالت نے  
 آنکھوں پر نمودار رکھ رکھ لیے اور بہت سے بیاب ہو کر عدالت سے  
 باہر نکل گئے۔ دوسرے روز عدالت نے اس پُرذلت اور پُر عبرت  
 مُقتدے میں حکم دیا اور ہکو ایک زمانہ معتد بہ کے لیے اپنے حکم کے  
 ذریعے سے سرکار و ولتدار کا مہمان اس رفیع الشان مکان میں کیا  
 کہ جسکی ظاہری آرایش اور شان و شوکت چورنگی کی بہت سی عمدہ  
 کوٹھیوں سے بڑھی ہوئی تھی جسکا احاطہ ایک بڑے پارک سے زیادہ  
 تھا۔ جسکے باغ کی آرایش ایڈن گارڈن کی آرایش سے بہت سی  
 باتوں میں مشابہت رکھتی تھی۔ اور جسکے ایوان عالیہ شان و عظمت  
 کی رفیع الشان اور خوبصورت بارکون کا جواب دیتے تھے۔ جس  
 پُر شوکت گاڑی پر سوار ہو کر ہم اس سرکاری عہانسر کے صدر  
 دروازے تک پہنچے تھے آسمین ہمارے جان پہچان لوگوں میں سے  
 جنھوں نے ہکو سوار دیکھا ہو گا آنکو ضرور اس بات کا خیال پیدا  
 ہوا ہو گا کہ ہم کسی نئے فیشن کی بیش قیمت گاڑی پر اپنے خاص احباب  
 کے ساتھ ریس کورس کی طرف ہو اخوری کو جا رہے تھے۔ پریسید  
 عہانسر کے دروازے کے اندر جب کہ ہلوگ داخل ہوئے وہاں  
 سپاہیوں نے ہلوگوں کا استقبال کیا اور یکایک ایک لائن بنی

آن کر ہماری گردن پر جم گیا جس سے ہلکو اپنی گردن پر گلاس لگنے کا  
 دھوکا ہوا۔ اُس کی کشش اور اثر سے ہماری آنکھوں میں کھینچ  
 تاریکی چھا گئی۔ اس تاریکی کے صاف ہوتے ہوتے ہم نے اپنے کو  
 ایک نفیس کمرے میں ایک یورپین عمدہ دار اور وارڈ کے  
 پاس پایا۔ احباب سے تو کچھ ہی میں رخصت ہو چکے تھے  
 یہاں آکر ہلکو اپنے غیر مہذب لباس سے ایک مایوسی اور حسرت  
 کی ادا سے رخصت ہونا پڑا اور لطف یہ کہ باجامہ اتارتے وقت  
 بھی شاید مغربی تہذیب کے اصول سے ہلکو کوئی لنگی یا چادر  
 وغیرہ نہیں ملی۔ سرکاری لباس ہلکو بڑی آسانی سے پہنا دیا۔  
 اور اُسکے پہنتے پہنتے ہماری رگ و پی میں ایک عجب طرح کی  
 طلسماتی جُستی آگئی۔ پھر اُس عمدہ دار نے ہمارے تولنے کا  
 حکم دیا۔ فوراً ہم ایک نہایت مستحکم اور عمدہ ترازو پر ایک  
 جابرانہ اصول پر چڑھا دیے گئے اور ہمارا وزن لکھ لیا گیا۔  
 پھر ہمارے کمرے کا نمبر وغیرہ درست ہو کر ہم ایک معزز یورپین  
 سرجن کے پاس تفصیلی امتحان صحت کے لیے بھیجے گئے وہاں  
 ہمارا پورا امتحان ہوا اور اُس سرجن نے کچھ لکھ کر دیا۔ بعد اُسکے  
 ہم اندر کے مکان میں گئے۔ واقعی اُسکے اندر کے قطعوں میں

ہم نے ایک مہذب مگر محقر دنیا آباد پائی۔ رات کو ایک وسیع  
 دالان میں ہلکواؤر مہانوں کے ساتھ سونے کی اجازت ملی  
 اور ہاتھ روم (غسل خانے) کا نفیس سائیفک انتظام کم  
 کے اندر تھا اور ہوا کے آنے جانے کا ایسا معقول انتظام تھا  
 کہ باوجود گرمیوں کی فصل کے مطلق ٹکھے کی حاجت نہ تھی۔ صبح  
 کے وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک خاص قسم کے ہندوستانی  
 سپاہی عمدہ دار عمدہ وردی پہنے ہوئے جب کے پچاس پچاس  
 روپیہ کے فضل کھول کر ہلو گون کو گردن سے نکالنے آئے۔ باوجود  
 صبح ہو گئی تھی مگر ان عمدہ داروں کی آنکھیں مشعل کی طرح روشن  
 نظر آتی تھیں۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا وہ اسی رنگ کی  
 گویا بنی ہوئی تھیں۔ حواج ضروری سے فارغ ہونے کے بعد ہلو  
 ارڈی کا تیل نکالنے کی کل میں کام سیکھنے اور کام کرنے کا حکم ہوا  
 کیونکہ انسان بیکار اور سست اور بلا ورزش رہنے سے اسکی  
 صحت خراب ہو جاتی ہے۔ ہر طرح کا کارخانہ اور ہر قسم کی کلین ہاؤس  
 موجود تھیں مگر ہمارے لیے یہی تجویز ہوا۔ اس کارخانے میں جاتے  
 وقت پھر ہم نے اپنی گردن پر پنجے کا گلاس لگا ہوا پایا۔ زبانی طور  
 پر بھی وارڈ لو گون نے ہلو کسی قدر مجرب چڑیا سمجھ کر ان خاص نکات

محاورات سے ہماری خدمت شروع کی جسے ہمارے کان مطلق  
 آشنا نہ تھے مگر وہ انکے روزمرے میں داخل تھے۔ شاید اس سے  
 کس نفس کی تعلیم مقصود تھی اس مہمانسرایین ہنر مختلف ملک کے  
 کاملین بد نصیب اور مظلومین دیکھے۔ ہر شخص کی ایک عجیب و غریب  
 تاریخ زندگی تھی۔ سیکڑوں ہماری طرح مکار اور پرفریب رتوں  
 کی فساد انگیز کارروائیوں کے مارے ہوئے تھے۔ بیسیوں لوگوں  
 کی شرارت سے پھنس کر ناحق وہاں مہمان بنائے گئے تھے بہر حال  
 مبادلہ خیالات و آراء اور تجربے کو وسعت دینے کا عجب بے بہا  
 موقع ہموک ملا۔ ایک ایک بزرگ کے سوانح عمری اور کمالاتِ صوری  
 و معنوی کا حال سن کر عقل دنگ ہو جاتی تھی۔ ہر شخص کو اُسکے  
 مرتبے اور قابلیت کے لائق کام ملتا تھا اور اُسکے ساتھ مراسم  
 مہانداری اُسی کے مطابق برتے جاتے تھے۔ بڑے بڑے صنّاع  
 نہایت نامی نامی سیاح اور صاحبِ ہنر وہاں موجود تھے کہ ہم  
 اپنے گوانکے مقابلے میں دانشدایک طفلِ مکتب پاتے تھے۔ اُن  
 بزرگواروں کی صحبتِ سراپا برکت سے ہموک بڑی تشکیم اور نہایت  
 فائدہ ہوا اور بعض بیرونی کارروائی سے ملازمینِ مہمانسرا کا حسن  
 سلوک بھی ہمارے ساتھ رو بہ ترقی رہا۔ اُس انڈی کے تیل کے

کام کو پہنچنے جلد سیکھ لیا۔ اُسکے بعد ہماری بدلی پرنٹنگ ڈپارٹمنٹ میں  
 ہوئی۔ یہاں ہم کو قابل مہمانوں کے ساتھ ملنے بٹلنے کے موقع اور پڑھنے  
 لکھنے کے کثرت سے بہانے ہانہ آئے چوری چھپے بعض اخبار بھی مل  
 جاتے تھے اور ہلو گون کی چٹھیاں وغیرہ بھی لگا ہے ماہے پوسٹ  
 ہو جاتی تھیں۔ ہمارے جو ہر ذاتی کے معاینے سے سپرنٹنڈنٹ  
 پرنٹنگ ہوس بہت خوش ہوا اور جب کہ اُسکو ہمارے پبلک کیریئر  
 حال معلوم ہوا تو ہماری بے انتہا خاطر کرنے لگا یہاں تک کہ ہمکو  
 اُسنے اپنے خاص خانگی کاموں پر مقرر کر لیا۔ ہلو گون کی غذا کا  
 نہایت حکیمانہ انتظام تھا۔ ہر شخص کی جھوک اور قوت ہضم کے  
 پیمانے سے غذا اُٹل کر ملتی تھی اور ہر ہفتہ ہلو گون لے جاتے تھے تاکہ  
 صحت کا اندازہ صحیح رہے اور غلیظ اور خراب اور مضر حرابی جسم  
 میں پیدا ہونے نہ پائے۔ کھانا اُس قدر غیر مُذَبِّح طور سے خلاف  
 اصول طب نہیں پکایا جاتا تھا کہ معدے کو اُس پر کچھ فعل کرنے کی  
 ضرورت باقی نہ رہے اور قوت ہاضمہ معطل ہو جائے بلکہ بہت عمدہ  
 نیم خام طور سے پکایا جاتا تھا۔ خاص اپنے باغ کی نفیس اور تازہ  
 ترکاری اور ساگ پات اور مختلف قسم کی مزہ دار چیزیں کھانے  
 میں آتی تھیں۔ وقت کی پابندی غذا میں ایسی سخت تھی کہ

ایک منٹ تو وقت ٹلنے ہی نہیں پاتا تھا اور ایک معین  
 زمانے میں سب کھانا کھا لینا پڑتا تھا۔ وارڈ صاحب کی ترش  
 روئی کی چٹنی سے اکثر غذا کے فرو کرنے اور منے سے کھانے میں  
 بہت مدد ملتی تھی۔ آپ مصفا و مقطر پینے کے لیے افراط سے  
 میسر آتا تھا۔ ہر ہفتے عمائد شہر جنین بڑے بڑے حکام عالیشان  
 اور رؤسا رنادر ہوتے تھے ہلوگوں سے ملنے جلنے اور ہلوگوں کی  
 خیر و عافیت دریافت کرنے حسبِ ایماء سرکار بہادر اُس مہانسر  
 میں تشریف لاتے تھے۔ گھنٹوں ادھر سے ادھر پھرتے اور  
 ہر چیز کو غور سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ہلوگوں کی ہر قسم کی تکلیف کو  
 رفع کرتے تھے اور ہر شخص سے جداگانہ مزاج پوچھتے تھے اور  
 ہر شخص کی خاص ضرورت کی خبر لیتے تھے۔ ان رؤسا اور حکام  
 کے آنے جانے سے سوشل مزہ بھی گویا تازہ ہو جاتا تھا اور ہلوگوں  
 کی مہانداری کے انتظام میں زیادہ عہدگی ہوتی تھی۔

یہ دلچسپ تعلیم کا زمانہ بھی ہم تمام عمر بھول نہیں سکتے۔  
 ہماری رائے میں ہر فن کے کامل کی تکمیل بغیر اس آموزش گاہ میں  
 رہے ہو نہیں سکتی یہاں سے ہم عجب تجربہ عجب صحت اور عجب  
 خیالات لیکر نکلتے۔ اس تعلیم اور اس صحت کے ساتھ آزادی بھی

جو ملی تو ہم نے اس موقع فرصت کو غنیمت جانا اور اپنے طلسماتی  
عبرت انگیز حکمت آموز اور تجربہ در بغل سوانح عمری کو نہایت  
صححت کے ساتھ اپنا اپنا سہولت پس بہ وطن اور ہم قوم لوگوں کی  
غرض سے بڑی محنت و جانفشانی سے لکھ ڈالا۔ اگر ہمارے  
تجربہ بن سے ہمارے ہم قوم اور اہل وطن فائدہ اٹھا لینے ہم بخدا  
اپنی محنت اور تصدیت کا پورا پورا اصلہ عند اللہ اور عند الناس  
پا جائیگا۔ گردشیں رہزنگار سے فرصت ملی اور آئندہ زندگی  
میں اور بھی بعض مفید ہوشیں افزا۔ اور عقل روشن  
کن واقعات پیش آئے تو ہم اس کا حتمی وعدہ کرتے ہیں  
کہ اُنکے فوائد بشمار سے بھی ہرگز ہرگز اپنے ہم وطنوں اور  
ہم قوموں کو محروم نہ رکھینگے بلکہ ایک صاف دل اور ایک  
پاک خیال سے ہدیہ جس طرح بن پریگا پیش کریں گے۔ خدا حافظ

منہ الخیر



# کتاب کامل الطب جو فروخت کے لیے موجود ہیں

- (۱) موی غصہ جمعہ - جناب مولوی محمد نذیر احمد صاحب خان بہادر کے اصلی مکتوبات
- (۲) فیما بینہ مبتلا الملقب بمجھنات - نقد و ازواج کی برائیاں ایک دلکش قصے کے سرانے ہیں۔
- (۳) مال الغنیم فی الزحف - مسائل صدف عربی - عالم فہم اردو و حکایتیں قیمتی
- (۴) چندی تہ - اخلاقی اور مذہبی مضامین مبتدیوں کے مفید حال - قیمت
- (۵) منتخب الحکایات - انکساری حکایات بطریشال لقمان - قیمت
- (۶) طباطبائے طبیب مولوی محمد نذیر احمد صاحب خان بہادر مصنف مشہور دہلی کی تصانیف لطیفہ سب سے بہتر اردو ہے۔
- (۷) دیو بھیر کی مذہب و مہمان کا محققانہ مورخانہ اور مرتر اردو - زراعت و
- (۸) مقامات جمالیہ مضامین مفید و صالح اخلاق و عادات و تزیین علوم و فنون و اشاعت ذہن بہ نظر جدید - زبان فارسی نہایت شست و رفته قیمت
- (۹) یہ دو کتابیں بہت مولانا سید جمال الدین صاحب کی تصانیف لطیف سے ہیں۔
- (۱۰) طبیبی قانون عدالت - (میں علی غریبہ و انیس) عدالت دیوانی و قوج داری میں جن طبی امور کی بحث ہے ان پر ان کے کتبائیت عام فہم شافی بیان سب مفید و گور مشعل جنات اللہ مولوی محمد علی خان صاحب جناب کا کلا رکت انہی کی کتاب سے آئی ہے اس کی کتاب بڑی سے زبان اردو و فارسی میں ترجمہ کیا - چھاپا ناشر
- (۹) فیما بینہ خورشیدی - دو عالم اور دو غلوب کا ایک نہایت قیمتی خیز اور وقت نشہ - اس سے تعلیم نسوان نکاح شافی - ذمہ داری شادی - تمدن جدید پابندی بڑھت غیرہ کا عمدہ و مہین حاصل ہوتا ہے - مجلہ بانقویہ و للہ غیر مجلہ بانقویہ
- (۱۰) دیوانہ آزاد - حضرت مولانا سید محمود صاحب انار جہانگیر لکھی کے فارسی اور ریختہ کلام کو نہایت پیش باجموعہ - قیمت
- (۱۱) سندس آزاد - حضرت شوق کا فارسی سندس قافی کی روش میں - اربابان و باغ و بہار کی کیفیت - حکمت خیز آغاز عبرت الگیز انجام - قیمت
- (۱۲) خلاصۃ العیلاج - فہم ہومیوپتھی - بارہ دواؤں سے معمولی بیماریوں کا عیلاج - قیمت
- (۱۳) علاج آسہیلان - فہم کالمہ - سیلان خون قبل و بعد ولادت کی تہمت شافی و کافی تحقیق - قیمت
- (۱۴) راز سر بہتہ - ایک انگریزی و چھپ ناول کا ترجمہ - قیمت

سید محمد عبدالغفور شہباز بہادی - چھپہ - باقی پور - پٹنہ



# سیرتِ خسروی یعنی سوانحِ عمری حضرت امیر خسرو دہلوی

مجھ کو نہ توں سے حضرت امیر خسرو دہلوی کے حالات و خیالات کو سوانحِ عمری کے پیرایہ  
میں مرتب کرنے کا خیال ہو کر مشاغلِ ششمنی کی بہت سے فرصت حکمِ غفار کھتی ہی  
اس لیے آج تک اس امیرِ طیر کی انجام دہی پر قہرِ زمین ہو سکا۔ بہر حال تھوڑا بہت جس  
بن پڑتا ہو وقتاً فوقتاً کیے جاتا ہوں۔ نوٹ کرتے کرتے مضامین جو جمع ہو گئے ہیں  
اُن کی مقدار کچھ کم نہیں ہے۔ لیکن بعض مضامین کے لیے کسی قدر کتابوں کی ضرورت  
ہے۔ حضرت امیر خسرو کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کی خاص تصنیف سے کوئی نافرمان  
کتاب میں نہ آتا اور اسماء حسنیٰ کے برابر۔ ان میں سے جو متداول ہیں اکثر ہم پہنچ گئی ہیں  
صرف یہ چند کتابیں سنیں ملین جنکی سخت تلاش ہے۔ دو اور نسخہ میں نہایت الکمال اور  
وسط الحیوۃ۔ مثنویوں میں تہ سپہر اور تعلق نامہ۔ اور سات شعری مثنوی بحرِ طویل میں۔  
رباعیوں میں فنِ معما اور فنِ موسیقی کے رسالے۔ نثر میں گلستان کا جواب۔  
علاوہ برینِ ہندی کلام کا مجموعہ۔ مقالہ خلاصہ اور جمع کے احوال میں۔ انشاء  
امیر خسرو۔ جو اہلِ بحر و بحرِ کج۔ جو صاحبِ ان کتابوں کا تبارک و تبرک کرے یا بشرط  
وجود کچھ دنوں کے لیے اپنے کتب خانے کا نسخہ عاریہ عنایت فرمائیں گے بعید از حسان  
نہ ہوگا۔ جن زندہ دل حضرات کو حافظے کی قوت اور تفحص و تلاش کی گدگد ہی نے حضرت  
امیر کے سوانحِ عمری کے متعلق لطیف اور دل چسپ حکایات اور پُر مذاق نادر لطائف  
اور دل آویز و ہر و ہرون مگریمون سپایون و دوختون و حکوسلون وغیرہ کا مالک بنایا ہو  
اُن کی بھی نظرِ لطیف کا طلبگار ہوں۔

السلامت

ستید محمد عبد الغفور شہباز بہاری  
چوتھ۔ باقی پور۔ ضلع پٹنہ۔









